تقلید

قرآن وحدیث کی روشنی میں

ائمہ اربعہؒ کی خصوصیت

اور فرقہ اہل حدیث کی حقیقت

مرتب

مولانا عزیز الرحمٰن عزیزی

فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

گاؤں باجکٹہ ضلع بونیر

نام کتاب: .... **تقلید** قرآن وحدیث کی روشنی میں
ائمہ اربعہؒ کی خصوصیت
اور فرقہ اہل حدیث کی حقیقت

مرتب: .... مولانا عزیز الرحمٰن عزیزی

صفحات: ۸۴

اشاعت پنجم .... ربیع الاول ۱۴۴۳ھ

تعداد ۱۰۰۰

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ رحمانیہ .... محلّہ جنگی پشاور شہر

☆ مکتبہ الحسن .... سواڑی بازار ضلع بونیر

☆ مکتبہ حقانیہ .... سواڑی بازار ضلع بونیر

فہرست مضامین

عرض مرتب

الحمد لله رب العلمین الهادی الی الصرا ط المستقیم الذی احسن تدبیر الکا ئنا ت وخلق الارضین و السموات وقدرا لا رزاق والا قوات واثا ب علی الا عما ل الصلحت والصلوة والسلام علی رسوله الا مین الداعی الی المنهج القویم وعلی اله و صحبه اجمعین۝

خا موشی سے مصیبت اور بھی سنگین ہوتی ہے
تڑپ اے دل تڑ پنے سے ذرا تسکین ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی کا میابی کے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔اور یہ دین اسلام عقائد واعمال کے مجموعے کا نام ہے اگر عقائد واعمال میں خرابی آجائے تو اس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔اس پر فتن دور میں ہر طرف سے فتنے کھڑے ہو رہے ہیں نقل کو اصل کے روپ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ایک طرف تو اہل دنیا، دنیا کی چیزوں میں ملا وٹ کرتے ہیں مثلاً دودھ میں پانی ملا کر فروخت کر رہے ہیں لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ ہم غلط کر رہے ہیں اور اس ملاوٹ کو نا جائز سمجھتے ہیں۔دوسری طرف کچھ نام نہا داہل دین ہیں جو اپنے جھوٹ نظریات کو اصل دین کا نام دے کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

ایسے دور میں جب ہر طرف سے گمراہ کرنے کی کوششیں کیا جا رہا ہے۔اصل اور نقل میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔تو علماء حق ان کے مقابلے میں میدان میں آتے ہیں اور دین اسلام کے جس موضوع میں گمراہ فرقے شبہات پیدا کرتے ہیں۔تو شبہات پیدا

کرنے والوں کے مدلل اور مثبت جواب دیتے ہیں۔اور الحمدللہ علماء کرام نے محنت کر کے متعلقہ موضوع کے مسائل واحکامات قرآن وحدیث کے دلائل سے واضح کیا ہے۔

اس میں ایک موضوع تقلید کا بھی ہے۔تقلید کے موضوع پر بھی الحمدللہ بہت سے علماء کرام نے مفصل و مدلل بحث لکھا ہے۔لیکن بندہ کی ایک عرصہ سے یہ آرزو تھی کہ اس موضوع پر مختصر سی کتاب اپنے اکابر کے تحریرات سے اختصار کے ساتھ لکھوں۔

کہ اس میں قرآن وحدیث اور صحابہ کرامؓ کے اقوال سے تقلید کا ثبوت اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تقلید شخصی کا وجود، اور پھر تقلید شخصی کی وجہ،اور ائمہ اربعہ کی خصوصیت، اور تقلید کے درجات، یہ ساری چیزیں مختصر انداز میں لکھی جائے۔حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہریؒ کا ایک مضمون جس میں انہوں نے اہلحدیث حضرات کی احادیث پر عمل کرنے کی حقیقت کھلے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔اور پھر انہوں نے اس طبقہ سے پندرہ سوالات کیئے ہیں۔وہ بہت مفید اور اہم مضمون ہے۔وہ بھی اس رسالے کے آخر میں نذرِ قارئین کیا جائے گا......الحمدللہ لکھنے کی یہ آرزو پوری ہوئی، اور لکھنے کا آغاز بہت مبارک سرزمین مدینۃالرسول مسجد نبوی(علی صاحبہا الف الف صلوات) نزد باب الصدیق میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مسلمانوں کیلئے اسے مفید فرمائے۔اور وما ارید الا الاصلاح ما استطعت کا مصداق بن جائے۔ آمین

عزیز الرحمن عزیزی

خادم علماء دیوبند کثر اللہ جماعتھم

مدینہ منورہ ۷ اربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

اہلحدیث حضرات کا غلط دعویٰ

ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا عمل حدیثوں پر ہی ہے اور حدیث کے خلاف کوئی عمل نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ دین اسلام کی عملی زندگی اور ضروریات زندگی کے تمام مسائل کے لئے حدیثوں کا ملنا مشکل ہے اس وجہ سے انسان کو فقہ کی ضرورت پڑتی ہے سب انسانوں میں اتنا علم نہیں ہوتا کہ وہ اپنا مسئلہ قرآن وحدیث سے نکال سکیں اس وجہ سے زیادہ علم جاننے والوں سے پوچھنا پڑتا ہے۔

تقلید واجب یہ ہے کہ جو شخص کتاب وسنت کے علوم سے واقف نہیں وہ نہ تو خود مسائل کا حکم تلاش کرسکتا ہے اور نہ ہی استنباط کرسکتا ہے۔ ایسے شخص کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کسی فقیہ ﷺ کی کیا تعلیمات ہیں؟ اور پھر اس

تقلید کا معنیٰ

تقلید کے معنیٰ ہیں: کسی لائقِ اعتماد آدمی کے بات کو بغیر مطالبہ دلیل تسلیم کر لینا۔

جس آدمی کی بات مانی جا رہی ہے، اگر دوسرے سے لائقِ اعتماد نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کی بات ماننا ہی غلط ہوگا، اگر وہ اپنے فن کا ماہر ہے تو ایک عام آدمی کا اس سے دلیل کا مطالبہ کرنا غلط ہوگا۔ اس کی مثال ایسی سمجھ لیجئے کہ آپ کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، اور وہ آپ کے لئے کوئی نسخہ تجویز کرتا ہے، اگر وہ طبیب اپنے فن کا ماہر ہی نہیں، بلکہ محض عطائی ہے، تو آپ کا اس کے پاس تشریف لے جانا ہی غلط ہوگا، اگر وہ اپنے فن کا مستند و ماہر ہے تو اس کے تجویز کردہ نسخے کی ایک ایک چیز کے اجزاء کے بارے میں آپ کا بحث کرنا، اور ایک ایک بات کے لئے دلیل کا مطالبہ کرنا قطعاً نادُرست اور ناروا ہوگا۔

وجہ یہ ہے کہ ایک عام آدمی کسی ماہر کے پاس جاتا ہی اس وقت ہے جب وہ مسئلہ اس کی عقل و فہم کی سطح سے اونچا ہو۔ ٹھیک اسی طرح دین و شریعت کا معاملہ سمجھنا چاہئے۔ پس دین کے وہ مسائل جو آنحضرت ﷺ سے متواتر چلے آرہے ہیں اور جن کو ہر شخص جانتا ہے کہ دین کا مسئلہ یہ ہے، اس کے بارے میں کسی مسلمان کو نہ کسی عالم کے پاس جانے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور نہ کوئی جاتا ہے۔ دینی مسائل میں اہل علم کی طرف رجوع کی ضرورت اسی وقت لاحق ہوتی ہے جبکہ ہم جیسے عامی لوگوں کی ذہنی سطح سے وہ مسئلہ اونچا ہو۔ ایسی حالت میں دو صورتیں ممکن ہیں، ایک تو یہ کہ ہم خود قرآن و حدیث کھول کر بیٹھ جائیں اور ہماری اپنی عقل و فہم میں جو بات آئے اسے "دین" سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جو حضرات قرآن و سنت کے ماہر ہیں، ان سے رجوع کریں، اور

انہوں نے اپنی مہارت، طویل تجربہ اور خداداد بصیرت سے قرآن وحدیث میں غور کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس پر اعتماد کریں۔ پہلی صورت خود رائی کی ہے، اور دوسری صورت کو " تقلید " کہا جاتا ہے جو عین تقاضائے عقل وفطرت کے مطابق ہے۔

دین میں خود رائی آدمی کو گمراہی کے غار میں پہنچاتی ہے

ماہرین شریعت کی تحقیقات سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ایک مسئلے کے لئے قرآن وحدیث میں غور کرنے والے عامی شخص کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص بہت سی پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا ہو جائے اور ماہرین فن سے رجوع کرنے کو بھی اپنی کسر شان سمجھے، اور اس مشکل کا حل وہ یہ تلاش کرے کہ طب کی مستند اور اچھی اچھی کتابیں منگوا کر ان کا مطالعہ شروع کردے، اور پھر اپنے حاصل مطالعہ کا تجربہ خود اپنی ذات پر کرنے لگے، مجھے توقع ہے کہ اول تو کوئی عقل مند ایسی حرکت کرے گا نہیں، اور اگر کوئی شخص اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ ماہرین فن سے رجوع کئے بغیر اپنے پیچیدہ امراض کا علاج اپنے مطالعے کے زور سے کر سکتا ہے تو اسے صحت کی دولت تو نصیب نہیں ہوگی، البتہ اسے اپنے کفن دفن کا انتظام پہلے سے کر رکھنا چاہیئے ! پس جس طرح طب میں خود رائی آدمی کو قبر میں پہنچا کر چھوڑتی ہے، اسی طرح دین میں خود رائی آدمی کو گمراہی اور زندقے کے غار میں پہنچا کر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سامنے جتنے گمراہ اور ملحد فرقے ہوئے، ان سب نے اپنی مشق کا آغاز اسی خود رائی اور ترک تقلید سے کیا۔ مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اس خود رائی اور ترک تقلید کا ماتم کرتے ہوئے بالکل صحیح لکھتے ہیں۔

" پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے

ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہِ اہل حدیث میں بے علم یا کم علم ہو کر ترکِ مطلق تقلید کے مدعی ہیں، وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے ہیں"

(اشاعة السنة نمبر ۴ ج ا مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

عام آدمی کے لئے ایک معین امام کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

یہی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ عام آدمی کو ایک "معین امام" کی تقلید ہی کیوں ضروری ہے؟ جو شخص قرآن وحدیث کا اس قدر ماہر ہو کہ وہ خود مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گیا ہو، وہ عامی نہیں، بلکہ خود مجتہد ہے۔ اس کو کسی دوسرے ماہر فن کی تقلید نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں، بلکہ جائز بھی نہیں، (مگر آج کل کے ہم جیسے طالب علموں کے بارے میں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ اردو تراجم کی مدد سے مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے ہیں)۔

اور جو شخص خود درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہو، اس نے خواہ کتنی کتابیں پڑھ رکھی ہوں، وہ عامی ہے، اور اس کو بہر حال کسی مجتہد کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اب اگر وہ ایک "معین امام" پر اعتماد کر کے اس کے مسائل پر عمل کرے گا تو شرعاً اس پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس نے اسے پورا کر دیا، لیکن اگر وہ کسی ایک امام کے بجائے جس امام کی جو بات پسند آئے گی اسے قبول کرے گا۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کے پاس پسند و ناپسند کا معیار کیا ہوگا؟ اگر کہا جائے کہ قرآن وحدیث اس کا معیار ہے، اور یہ شخص جس امام کے قول کو قرآن

وحدیث کے مطابق پاتا ہے، اسی کو اختیار کرتا ہے، تو اس نے درحقیقت اپنے فہم کو معیار بنایا ہے۔ اس لئے ہم کہیں گے کہ اگر وہ واقعی قرآن وحدیث کا ماہر ہے اور اس کا فہم قرآن وحدیث حجت ہے تو اس کو کسی امام کی تقلید کی ضرورت ہی نہیں، یہ خود مجتہد مطلق ہے، اور اگر وہ قرآن وحدیث کا ماہر نہ ہونے کے باوجود اپنی عقل وفہم کو معیار بناتا ہے تو پھر اس خودرائی کا شکار ہے جو اس کے دین کے لئے مہلک ہوسکتی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال میں اکابر اولیاء اللہ کا معمول

بہت سے اکابر اولیاء اللہ کا معمول تھا کہ ائمہ کے اقوال کو جمع کرتے تھے اور ہر مسئلے میں ایسے قول کو اختیار کرتے تھے جس میں زیادہ سے زیادہ احتیاط نظر آئے۔ مثلاً: ایک امام کے نزدیک ایک چیز ضروری ہے اور دوسرے کے نزدیک ضروری نہیں۔ تو وہ حضرات ضروری والے پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ اسی طرح مثلاً: ایک امام کے نزدیک ایک چیز مکروہ ہے اور دوسرے کے نزدیک مکروہ نہیں، تو وہ حضرات کراہت کے قول پر عمل کرتے ہوئے اس سے پرہیز کرتے تھے۔ یہ تو خدا ترس بندوں کی شان تھی، مگر اب ترکِ تقلید کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ جس امام کا جو مسئلہ خواہش نفس کے مطابق نظر آئے، اس پر عمل کرو، یہ دراصل قرآن وحدیث کی پیروی نہیں، بلکہ خواہش نفس کی پیروی ہے! گو شیطان نے اسے قرآن وحدیث کی پیروی کا رنگ دے دیا ہے۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کا فرمان

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: چوتھی صدی سے پہلے کسی "معین امام" کی تقلید کا رواج نہیں تھا، بلکہ ہوتا یہ تھا کہ جس شخص کو مسئلہ دریافت کرنے کی

ضرورت ہوتی، وہ کسی بھی عالم سے مسئلہ پوچھ لیتا اور اس پر عمل کرتا، لیکن چوتھی صدی کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے امت کو ائمہ اربعہؒ کی اقتداء پر جمع کر دیا اور ایک معین امام کی تقلید کو لازم سمجھا جانے لگا، اس زمانے میں یہی خیر کی بات تھی، اس لئے کہ اب لوگوں میں دیانت وتقویٰ کی کمی آ گئی تھی، اگر ایک معین امام کی تقلید کی پابندی نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی پسند کے مسائل چن چن کر ان پر عمل کیا کرتا اور دین ایک کھلونا بن کر رہ جاتا۔ پس اس خودرائی کا ایک ہی علاج تھا کہ نفس کو کسی ایک ماہر شریعت کے فتویٰ پر عمل کرنے کا پابند کیا جائے، اور اسی کا نام ''تقلید شخصی'' ہے۔

اہلحدیث حضرات کا غلط نظریہ

اہلحدیث حضرات کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ چونکہ تقلید کا رواج کئی صدیوں بعد ہوا ہے، اس لئے وہ "بدعت" ہے۔ مگر تقلید کو بدعت کہنا ان کی غلطی ہے، اس لئے کہ

اول: تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ان اہلحدیث حضرات کے سوا، جن کا وجود تیرہویں صدی میں بھی نہیں تھا، باقی پوری امتِ محمدیہ گمراہ ہوگئی .... **نعوذ باللہ** ..... اور یہ ٹھیک وہی نظریہ ہے جو شیعہ مذہب حضراتِ صحابہ کرامؓ کے بارے میں پیش کرتا ہے۔ اور چونکہ اسلام قیامت تک کے لئے آیا ہے، اس لئے پوری امت کا ایک لمحے کے لئے بھی گمراہی پر متفق ہونا باطل ہے۔

دوسرے: آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بھی یہ دستور تھا کہ ناواقف اور عامی لوگ اہل علم سے مسائل پوچھتے اور ان کے فتویٰ پر بغیر طلبِ دلیل عمل کرتے تھے، اور اسی کو تقلید کہا جاتا ہے، گویا "تقلید" کا لفظ اس وقت اگرچہ استعمال نہیں ہوتا

تھا مگر تقلید کے معنیٰ پر لوگ اس وقت بھی عمل کرتے تھے۔ سو آپ اس کا نام اب بھی تقلید نہ رکھیئے، "اقتداء واتباع" رکھ لیجئے۔

تیسرے: فرض کرو اگر اس وقت تقلید کا رواج نہیں تھا، تب بھی اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا ہے، اس لئے کہ دین وشریعت پر چلنا تو فرض ہے، اور میں اوپر بتا چکا ہوں کہ آج جو شخص " تقلید " کے بغیر شریعت پر چلنے کی کوشش کرے گا، وہ کبھی نفس وشیطان کے مکر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے بغیر خطرات کے دین پر چلنے کا ایک ہی ذریعہ ہے، اور وہ ہے کسی ایک ماہر شریعت امام کی پیروی۔ معروضی طور پر دیکھا جائے تو اہلحدیث حضرات بھی، معدودے چند مسائل کے سوا، اہل ظاہر محدثین کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ اس لئے گو انہیں " تقلید " کے لفظ سے انکار ہے، مگر غیر شعوری طور پر ان کو بھی اس سے چارہ نہیں۔ اس لئے کہ دین کوئی عقلی ایجاد نہیں، بلکہ منقولات کا نام ہے، اور منقولات میں ہر بعد میں آنے والے طبقے کو اپنے سے پہلے طبقے کے نقش قدم پر چلنا لازم ہے، یہ فطری چیز ہے، جس کے بغیر شریعت پر عمل ممکن نہیں۔

اہلحدیث حضرات کا مولد ومنشا غیر منقسم ہندوستان ہے، چونکہ یہاں پہلے سے حنفی مذہب رائج تھا، اس لئے ان کے اعتراضات کا اوّل وآخر نشانہ حنفی مذہب بنا، اسی پر بس نہیں، بلکہ انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کسرِ شان میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اگرچہ اہلحدیث کا بہت سا سنجیدہ طبقہ، خصوصاً ان کے اکابر وبزرگ، حضرتِ امام رحمہ اللہ کی بے ادبی کو روا نہیں سمجھتے، مگر ان کا نوعمر، خام علم اور خام فہم طبقہ " عمل بالحدیث " کے معنیٰ ہی حضرت امامؒ کی بے ادبی وگستاخی کرنے کو سمجھتا ہے۔

میں ان حضرات کے ان طرزِ عمل کو خود ان کے حق میں نہایت خطرناک سمجھتا ہوں،

کیونکہ حضرت امام رحمہ اللہ کی بلندی شان کے لئے یہی کافی ہے کہ مجدد الف ثانی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ جیسے اکابر ان کے مقلد ہوئے ہیں، اس لئے چند خوش فہم لوگوں کی تنقید سے حضرت امامؒ کی بلندیٔ مرتبت میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا۔

البتہ سلف صالحین اور خاصانِ خدا کی اہانت کرنے پر خدا تعالیٰ کا جو وبال نازل ہوا کرتا ہے، وہ ان حضرات کے لئے خطرے کی چیز ضرور ہے۔

اہلحدیث حضرات بعض اوقات اجتہاد کے شوق میں اجماعِ امت سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں

اہلحدیث حضرات کے نظریاتی اختلاف کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ حضرات بعض اوقات شوق اجتہاد میں "اجماع امت" سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس کی دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔

اول: آپ کو معلوم ہوگا کہ بیس رکعت تراویح کا دستور مسلمانوں میں حضرت عمرؓ کے زمانے سے آج تک چلا آرہا ہے، اور چاروں ائمہ دین بھی اس پر متفق ہیں، لیکن اہلحدیث حضرات اس کو بلا تکلف "بدعت" کہہ دیتے ہیں۔ اور اس مسئلے میں، میں نے بعض حضرات کو اپنے کانوں سے حضرت عمرؓ کے بارے میں ناروا الفاظ کہتے سنا ہے۔

دوم: دوسرا مسئلہ تین طلاق بلفظ واحد کا ہے، یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک لفظ یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالے، تو تین ہی طلاقیں شمار ہونگے۔ یہ فتویٰ حضرت عمرؓ نے دیا تھا اور تمام صحابہؓ اور تابعینؒ نے اس فتوے کو قبول کیا۔ مجھے کسی صحابی و تابعی کا علم نہیں جس نے اس فتوے سے اختلاف کیا ہو۔ یہی مذہب ائمہ اربعہ کا ہے (جن کے اتفاق

کو میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے اجماع امت کی علامت بتا چکا ہوں)۔لیکن اہلحدیث حضرات بڑی جرأت سے ایسی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ مجھے یہاں ان دونوں مسائل میں ان کے شبہات سے بحث نہیں، بلکہ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ حضرات ان دونوں مسائل میں اجماعِ امت سے ہٹ کر شیعوں کے نقش قدم پر ہیں، اور حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی کا جو حکم رسول اللہ ﷺ نے امت کو دیا تھا، اس کا رشتہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔

میں اس تصور کو ساری گمراہیوں کی جڑ سمجھتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ ہدیٰؒ اور اکابر امت نے فلاں مسئلہ صحیح نہیں سمجھا، اور آج کے کچھ زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کی رائے ان اکابر کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے......**نعوذ باللہ**

(اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ اول)

اہلحدیث حضرات شیعہ کے نقش قدم پر چلتے ہیں

ہر زمانے میں محدثین اور علماء حقہ اس کی تصریح کرتے رہتے ہیں کہ جو تقلید کا منکر ہو۔اور غیر مقلد بن کر شتر بے مہار کی طرح زندگی بسر کرتا ہو اور دینی خواہشات پر عمل پیرا ہو وہ اہل بدعت میں سے ہیں۔اہل سنت میں سے نہیں۔

شیعہ تقلید ائمہ اربعہ کے منکر ہیں اور مذاہب اربعہ کو بدعت کہتے ہیں اسی طرح اہلحدیث بھی ان کے نقش قدم پر چل کر تقلید کو بدعت وشرک کہتے ہیں یہ اہلحدیث اور بھی مسائل میں شیعہ وروافض کے ہم مشرب ہیں۔

ا......مثلاً روافض صحابہؓ کو معیار حق تسلیم نہیں کرتے اسی طرح اہلحدیث بھی

صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے کے منکر ہیں۔

۲......روافض ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع کو تسلیم نہیں کرتے اسی طرح اہلحدیث بھی ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے وقوع کے منکر ہیں۔

۳......روافض نے ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت کہا تو اہلحدیث بھی ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں۔

۴......روافض جمعہ کے دن آذان اول کو جو منارہ پر دی جاتی ہے۔ بدعت کہتے ہیں اسی طرح اہلحدیث بھی اس آذان کو بدعت عثمانی قرار دیتے ہیں۔

۵......حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں عورتوں کی آزادی و بے احتیاطی دیکھی تو صحابہ کے مشورے سے عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا اگر حضور اکرم ﷺ عورتوں کی یہ حالت دیکھتے تو وہ خود بھی روک دیتے۔ اس فیصلہ کو شیعہ و روافض نے قبول نہیں کیا اسی طرح اہلحدیث نے بھی منظور نہیں کیا۔

شیعہ اور اہلحدیث کے علاوہ تمام علماء نے تقلید کو ضروری قرار دیا ہے

غرض سوائے شیعہ اور چند علماء اہلحدیث کے تقریباً تمام ہی علماء نے تقلید کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور اپنی تصانیف میں اس پر بحث کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری "الا شباہ والنظائر" میں ارقام فرماتے ہیں۔

وما خالف الا ئمة الا ربعة فهو مخا لف للا جما ع

یعنی (کسی شخص کا) کوئی فیصلہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو وہ اجماع کے خلاف

ہے۔(اس لئے قابل قبول نہیں ہوسکتا)۔ (الاشباہ والنظائر ص۱۳۱)

حافظ حدیث علامہ ابن ہمامؒ نے "التحریر فی اصول الفقہ "میں تصریح فرمائی ہے۔

لا نضبا ط مذاهبهم وتقليد مسائلهم و تخصيص عمو مها الى آخره۔

ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل منضبط ہو گئے ہیں اوران مذاہب میں مسائل تحریر میں آچکے ہیں اوردوسرے ائمہ کے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے اوران کے متبعین بھی ختم ہو چکے ہیں۔اورتقلیدان ہی چار اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے۔ (التحریر ص۵۵۲)

اورنگزیب عالمگیر کے استاذ، جامع المعقول والمنقول شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون صدیقی تحریرفرماتے ہیں۔

قد و قع الا جما ع على ان الاتبا ع انما يجو ز للا ربع الىٰ آخره

یعنی اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ اتباع (تقلید) صرف ائمہ اربعہ ہی کی جائز ہے۔اسی بنا پر جومجتہد (اس زمانے میں) نیا پیدا ہوا اوراس کا قول ان ائمہ اربعہ کے خلاف ہوتواس کی اتباع بھی جائز نہیں۔ (تفسیرات احمدیہ ص۳۴۶)

مشہورمحدث ومفسر قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں۔

فا ن اهل السنة و الجما عة قد افترق بعد القرن الثلثة او الا ربعة على اربعة المذاهب و لم يبق فى فروع المسائل سوى هذه ا لمذاهب الى آخره.

یعنی تیسری یا چوتھی صدی کے بعد فروعی مسائل میں اہل سنت والجماعت کے چار مذہب رہ گئے کوئی پانچواں مذہب باقی نہیں رہا پس گویا اس پر اجماع ہو گیا کہ جوقول ان

چاروں کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔اور خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔اور جو شخص مومنین (یعنی اہل سنت والجماعت) کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہو لے گا تو ہم اس کو وہ جو کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔ (تفسیر مظھری ص۶۴ ج۲)

محدث علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں۔

اما فی زمانـنـا فـقـال ائـمـتـنـا لا یـجـوز تقلید غیر الائمة الاربعة الی آخر ہ۔

یعنی ہمارے زمانے میں ائمہ مشائخ کا یہی قول ہے کہ ائمہ اربعہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ ہی کی تقلید جائز ہے ان کے علاوہ کسی اور امام کی جائز نہیں۔

(فتح المبین فی شرح الا ربعین ص۱۹۶، فتاوی رحیمیہ ج۱ ص۷۸-۷۷-۷۹-۸۰)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرامین

۱......صحابہؓ اور تابعینؒ کے مبارک زمانہ میں نفسِ تقلید کا رواج و دستور بلا خلاف جاری و ساری تھا۔

۲......مذاہب اربعہ کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے (جو از روئے حدیث واجب ہے)اور مذاہب اربعہ کے دائرہ سے خروج سواد اعظم سے خروج ہے (جو گمراہ کن ہے)

۳......دوسری صدی کے بعد تقلید شخصی (مذاہب اربعہ میں صرف ایک کی تقلید) کی ابتداء ہو چکی تھی۔

۴......مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید یعنی تقلید شخصی منجانب اللہ ایک الہامی راز ہے۔

۵......مذاہب اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع ہے۔

۶......غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔

۷......تقلید شخصی میں دینی مصالح وفوائد ہیں۔

۸......مجھے مذاہب اربعہ کے دائرے میں رہنے کی آنخضرت ﷺ نے وصیت فرمائی ہے۔

۹......مذہب حنفی مطابق سنت ہے اس کی شہادت خود آنخضرت ﷺ نے دی ہے۔

۱۰......عوام (یعنی غیر مجتہد) کیلئے تقلید چھوڑنا حرام ہے، بلکہ دائرہ اسلام سے نکل جانے کا پیش خیمہ ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ج اص ۷۶)

(جس کا اعتراف انہیں کے جماعت کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالوی نے کیا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی تحریر فرماتے ہیں)

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے۔ اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی (غیر مقلدیت) کا ادنیٰ کرشمہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود شراب سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کا

بہت بڑا اسبب یہ بھی ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

(اشاعة السنۃ ج۱۱ شمارہ۱۱ ص۵۳، بحوالہ سبیل الرشاد ص۱۰/ کلمۃ الفصل ص۱۰) (فتاوی رحیمیہ ص۲۷ ج۱)

اہلحدیث کے تعصب و جہالت کا اعتراف خود ان کی زبانی

اہلحدیث حضرات کے تعصب و جہالت کا اعتراف ان کے مقتدا بھی کرتے ہیں چنانچہ ان کے ایک پیشوا قاضی عبدالوھاب خانپوری اپنی کتاب "التوحید والسنة فی رد اهل الالحاد والبدعة" ص۲۶۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

پس اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث، مبتدعین، مخالفینِ سلف صالحین جو حقیقت ماجاء به الرسول سے جاہل ہیں وہ مفت میں شیعہ وروافض کے وارث وخلیفہ بنے ہوئے ہیں۔جس طرح شیعہ، ملحد وزنادقہ نیز منافقین کی حمایت کے لئے باب ودہلیز اور مدخل رہے ان (غیر مقلدین) کا حال بھی بالکل اہل تشیع جیسا ہے۔ (تقلید ائمہ ص۱۸)

اسی طرح مشہور اہل حدیث مولانا وحیدالزمان تحریر فرماتے ہیں۔

اہلحدیث گو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کو حرام کہتے ہیں۔لیکن ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی، نواب صدیق صاحب کی اندھادھند تقلید کرتے ہیں۔

(اسرار اللغة ص۲۴ پارہ ہشتم)

اہلحدیث کا عوام الناس کو دھوکہ دہی، کہ محدثین عظام غیر مقلد تھے

اہلحدیث کی دھوکہ دہی سے عوام الناس اس غلط فہمی میں مبتلاء ہیں کہ محدثین اہلحدیث تھے اور یہ حضرات مذاہب اربعہ میں سے کسی کے پابند نہ تھے۔حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے، تمام محدثین عظام سوائے معدودے چند کے سب مقلد تھے۔مثلاً ملاحظہ

کیجئے۔

امام بخاریؒ، باوجود مجتہد ہونے کے صحیح قول کے مطابق مقلد تھے اور شافعی تھے غیر مقلدین کے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ نے اپنی کتاب "الحطة فی ذکر صحاح الستة" میں تحریر کیا ہے۔

کہ امام بخاریؒ کو امام عاصمؒ نے جماعت شافعیہ میں ذکر کیا ہے۔ وقد ذکره ابو عاصم فی طبقات اصحا بنا الشافعیة نقلا عن السبکی۔

اور اسی کتاب کے ص ۱۲۷ فصل نمبر ۶ میں امام نسائی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی امام نسائی دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ، حدیث کے ارکانوں میں سے ایک رکن، اپنے زمانے کے امام اور محدثین کے پیشوا تھے۔ ان کی جرح وتعدیل علماء کے یہاں معتبر ہے اور آپ شافعی المذہب تھے۔ (الحطة فی ذکر صحاح الستة ص ۱۲۷)

امام ابوداؤد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں فقیل حنبلی و قیل شافعی امام ابوداؤد حدیث اور علل حدیث کے حافظ، تقویٰ و پرہیزگاری، علم وفقہ صلاح واتقان میں عالی مقام رکھتے تھے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ شافعی تھے یا حنبلی، بعض حنبلی کہتے ہیں، اور بعض شافعی۔ (الحطه ۱۳۵)

اس کے علاوہ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام بیہقیؒ، امام دارقطنیؒ، امام ابن ماجہؒ یہ سب مقلد تھے۔ اور صحیح قول کے مطابق شافعی تھے۔ امام یحییٰ بن معینؒ، محدث یحییٰ بن سعید القطانؒ، محدث یحییٰ بن ابی زائدہؒ، محدث وکیع بن جراحؒ، امام طحاویؒ، امام زیلعیؒ یہ سب مقلد تھے اور حنفی تھے۔

علامہ ذہبیؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، ابن جوزیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہ حنبلی تھے۔ کیا

ان محدثین عظام کو یہ معلوم نہ تھا کہ تقلید شرک و بدعت اور حرام ہے؟ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی بننا ناجائز اور بدعت ہے۔ عرض سوائے معدودے چند (داؤد ظاہری ابن حزم وغیرہ) کے تمام محدثین، علماء ومشائخ، عارفین ائمہ اربعہ ہی کے تقلید کرتے چلے آئے ہیں۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۲۷ ج ۱)

کیا کسی کی تابعداری اور اطاعت کرنا شرک ہے؟

شرک فی الاطاعت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی کی مستقل طور پر اطاعت کی جائے، یعنی کسی کا حکم، حکم الٰہی کے خلاف بھی ہو، پھر بھی اس کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اتخذوا احبا رھم ورھبا نھم اربابا من دون اللہ ۔ (سورۃ التوبہ)

انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے بجائے اپنا پروردگار بنا رکھا ہے۔

اس آیت شریفہ کی تفسیر صحیح ترمذی میں یوں آئی ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری گردن میں سونے کی صلیب تھی آپ ﷺ نے فرمایا اے عدی اس بت کو اتار پھینکو اور میں نے آپ ﷺ کو سورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ اتخذوا احبا رھم الآیۃ. (کہ ان اہل کتاب نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے بجائے اپنا پروردگار بنالیا ہے) چنانچہ آپ ﷺ نے (اس آیت کی تفسیر میں) فرمایا کہ یہ لوگ اپنے علماء اور راہبوں کی پرستش نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے تو یہ اس کو حلال سمجھتے اور جب وہ ان پر کوئی چیز حرام کر دیتے تو یہ لوگ اس کو حرام قرار دیتے۔

معلوم ہوا کہ کسی کی مستقل طور پر شارع یا قانون ساز کی حیثیت سے اطاعت کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔ جس طرح کہ اہل کتاب نے حلال وحرام قرار دینے کا مکمل اختیار اپنے علماء اور راہبوں کو دے رکھا تھا۔ مگر جو اطاعت مخلوق کی ہو لیکن حکم الٰہی کے ماتحت ہی ہو وہ اطاعت شرک یا حرام نہیں بلکہ مطلوب اور محمود ہے جیسے فقہائے امت اور ائمہ مجتہدین کی اطاعت اور تقلید۔ کیونکہ ان حضرات کا فقہ اور اجتہاد، قرآن وسنت کے تابع ہوتا ہے۔ یعنی اللہ رب العزت اور نبی کریم ﷺ کے حکم کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور یہ اطاعت عین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اتباع ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑ کر اپنے آباء واجداد کی پیروی کرنا حرام ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑ کر اپنے آباء واجداد کی پیروی کرنا بھی حرام اور ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واذاقیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفینا علیه ابا ء نا اولو کا ن ابا ء هم لا یعقلون شیئا ولا یهتدون o

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں نہیں۔ ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) بھلا اگر ان کے باپ دادا عقل اور ہدایت نہ رکھتے ہو تب بھی۔

اس آیت مبارکہ سے جس طرح آباء واجداد کی اندھی تقلید اور اتباع کی مذمت

ثابت ہوتی ہے۔اسی طرح مخلوق کی جائز اتباع اور تقلید کی شرائط کی نشاندہی بھی ہوگئی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے باپ دادوں کی مذموم تقلید کے دوسبب بیان فرمادئے۔ایک یہ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو برملا رد کرکے انہیں نہ ماننے کا اعلان کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے آباء واجداد عقل اور ہدایت سے کورے تھے۔(لا یعقلون اور لا یھتدون)جس سے معلوم ہوا کہ اگر آباء واجداد اور ایک عالم کے متعلق یہ اطمینان ہوجائے کہ اس کے پاس قرآن وسنت کا علم ہے اور اس کو عقل یعنی درجہ اجتہاد بھی حاصل ہے(کہ جو احکام قرآن وحدیث میں صراحتًا نہ ہو،ان کو بذریعہ اجتہاد اور عقل نصوص شرعیہ سے نکال سکتا ہے) تو ایسے عالم اور مجتہد کی تقلید اور اتباع اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع اور اطاعت ہے۔ (عقیدہ اور عقیدت)

امام قرطبیؒ نے اس آیت میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کے متعلق بھی مسائل واحکام بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

کچھ لوگوں نے اس آیت کو تقلید کی مذمت میں پیش کیا ہے اور یہ باطل کے معاملہ میں تو صحیح ہے لیکن حق کے معاملہ میں تقلید سے اس کا کوئی تعلق نہیں حق میں تقلید کرنا تو دین کے اصول میں سے ایک مستقل بنیاد ہے۔

اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ دین کے معاملہ میں تقلید ہی پر اعتماد کرتا ہے۔

(معارف القرآن ج۱ص۳۵۸)

اہل علم آباءواجداد، باپ دادوں کی پیروی قرآن سے ثابت ہے

قرآن مجید ہی سے اہل حق، اہل علم وعقل اور اہل رشد و ہدایت آباء واجداد، باپ دادوں کی پیروی اور اتباع ثابت ہے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے بعد کسی کی عبادت کروگے انہوں نے جواب میں عرض کیا۔

نعبد الٰهك واله ابا ءك ابرا هيم و اسمٰعيل و اسحق الها واحد.

ہم عبادت کریں گے آپ کے خدا کی اور آپ کے باپ دادوں کی خدا کی (یعنی) ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحقؑ (کے خدا کی) وہ خدائے واحد جو لاشریک ہے۔

اور حضرت یوسفؑ کے کلام میں تقلید کی دونوں قسموں یعنی حق و باطل کی مثال موجود ہے۔

انی ترکت ملة قوم لا یؤ منو ن با لله وهم با لاخرة هم کفرون. واتبعت ملة ابآئی ابرا هیم و اسحق و یعقوب.

(سورة یو سف)

میں نے اس قوم کی ملت و مذہب کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور جو آخرت کے منکر ہیں اور میں نے پیروی کی اپنے باپ دادوں یعنی ابراہیمؑ اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کی ملت اور مذہب کی۔

اس سے پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اللہ جل شانہ اور اس کے انبیاء کے مقابلہ میں بے وقوف باپ، دادوں کی تقلید حرام اور ممنوع ہے۔ لیکن اگر باپ دادا علم وعقل اور رشد و ہدایت پر ہوں تو ان کی اتباع جائز اور پسندیدہ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ فقہائے امت اور مجتہدین جن کی بصارت وبصیرت، علم وتقویٰ ہر لحاظ

سے ایک مسلم حقیقت ہے۔ ان کی تقلید اور اتباع جائز اور مطلوب ہے۔ اور جو لوگ ائمہ مجتہدین کی تقلید کو کافروں کی تقلید پر منطبق کر کے شرک و کفر قرار دیتے ہیں وہ سخت غلطی اور جہالت میں مبتلاء ہیں۔

تقلید کی حقیقت

دین کی اصل دعوت صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت واطاعت کی طرف ہے نبی کریم ﷺ کی اطاعت بھی اسی لئے واجب ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اقوال وافعال سے اللہ کے احکام کی ترجمانی فرمائی ہے۔ حلال وحرام اور جائز وناجائز کو واضح فرمایا۔

قرآن وسنت میں بعض احکام اور باتیں تو ایسی ہیں جنہیں ہر ایک شخص بآسانی سمجھ لیتا ہے۔

مثلاً: **لا یغتب بعضکم بعضا** (سورة الحجرات)

تم میں سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہے۔

معمولی لکھا پڑھا آدمی اور تھوڑی سی عربی جاننے والا اس آیت کے معانی جان لے گا۔

یا مثلاً: حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

لا فضل لعربی علی عجمی: یعنی کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔

یہ ارشاد بھی بالکل آسان اور واضح ہے اور اس میں بھی کوئی پیچیدگی یا الجھن نہیں لیکن قرآن وسنت کے بہت سے احکام ایسے ہیں جن میں اجمال پایا جاتا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہے جو دوسری آیت یا آنحضرت ﷺ ہی کی کسی دوسری حدیث سے متعارض نظر آتے

ہیں مثلاً:۔

ا......والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثه قروٓء۔

اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو۔وہ تین قرء گزرنے تک انتظار کریں گی۔

یہ مطلقہ عورت کی عدت کا بیان ہے جس کی مدت تین قرء بیان کی گئی ہے۔قرء کا لفظ عربی زبان میں حیض (ماہواری) کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور طہر (پاکی) کے لئے بھی۔اگر پہلا معنیٰ لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ تین مرتبہ ایام ماہواری گزر جائیں۔اگر دوسرے معنیٰ لئے جائیں تو تین "طہر" گزرنے پر عدت پوری ہوگی۔اب سوال یہ ہے کہ کسی معنیٰ کو لیا جائے؟

۲......حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

من کا ن له امام فقرا ء ة الا مام له قراء ة۔

جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کے لئے بھی قرأت بن جائے گی۔

دوسری طرف آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے۔

لا صلو ة لمن لم یقرء بفا تحة الکتاب۔

جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔

اب دونوں حدیثوں کو دیکھتے ہوئے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلی حدیث کو بنیاد بنا کر دوسری حدیث کا مطلب یوں لیا جائے کہ یہ منفرد (اکیلے نمازی) کے لئے ہے۔ یا دوسری حدیث کو اصل مان کر یوں کہیں کہ پہلی حدیث میں قرأت سے مراد سورہ فاتحہ کے سوا کوئی دوسری سورت ہے اور سورت فاتحہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اب صاف ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث سے احکام نکالنا کوئی آسان کام نہیں۔

اب ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اپنی سمجھ کو راہنما بنا کر اس قسم کے احکام میں فیصلے کرنے لگیں۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہوگا کہ ہمارے جلیل القدر اسلاف اور بزرگوں نے ان آیات واحادیث کا کیا مطلب لیا ہے۔

ظاہر ہے کہ پہلا طریقہ نہایت خطرناک ہے اور دوسرا طریقہ بہت محتاط ہے۔ یہ بات ناقابل انکار ہے کہ علم وفہم، تقویٰ وپرہیزگاری، دین ودیانت، ذکاوت وحافظہ کے لحاظ سے ہم لوگ قرونِ اولیٰ کے علماء کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ پھر وہ لوگ قرآن وسنت کو ہم سے بہتر بھی سمجھتے تھے۔ کیونکہ نزول قرآن کے زمانے کے قریب تھے۔ اور اس زمانے کی معاشرت، طرز گفتگو، قرآن وحدیث کے صحیح پس منظر اور نزول کے ماحول سے مکمل واقف تھے۔

اب اگر ہم اپنی سمجھ پر اعتماد کرنے کی بجائے قرآن وسنت کے احکام میں اس مطلب ومفہوم کو اختیار کر لیں جو ہمارے اسلاف میں سے کسی عالم نے سمجھا ہے تو یوں کہا جائے گا کہ ہم نے فلاں عالم کی تقلید کی ہے۔

تقلید کی ضرورت

یہ بات صاف ظاہر ہے کہ تقلید کی ضرورت وہاں پیش آئے گی جہاں قرآن وسنت کے کسی حکم کو ہم ٹھیک طرح نہ سمجھ سکیں۔ خواہ اس بناء پر کہ کسی عبارت کے ایک سے زیادہ معنیٰ نکل سکتے ہوں، یا اس میں تفصیل مذکور نہ ہو، یا اس کے متعارض دلیل موجود ہو، قطعی احکام جس کے سمجھنے میں کوئی مشکل نہ ہو، ان میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

مشہور حنفی عالم علامہ عبدالغنی صاحب فرماتے ہیں۔

فا لا مر متفق علیه المعلوم من الدین بالضرورة لا یحتا ج الی آ خره.

(خلا صة التحقیق فی حکم التقلید و التلفیق ص۴)

پس وہ متفقہ مسائل جن کا دین میں ہونا بداہۃً معلوم ہے ان میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں مثلاً: نماز، روزے، زکواۃ، حج وغیرہ کی فرضیت۔اور زنا، لواطت، شراب نوشی، قتل، چوری، غصب وغیرہ کا حرام ہونا۔ دراصل تقلید کی ضرورت ان مسائل میں پڑتی ہے جس میں علماء کا اختلاف ہو۔

اسی طرح علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

واما الا حکا م الشرعیة فضربا ن احدهما یعلم ضرورة الیٰ اخره۔

(الفقیه و المتفقه للحظیب بغدادی. ج۲ص ۶۷۔۶۸ مطبوعہ دارالافتاء۱۳۸۹ء)

اور شرعی احکام کی دوقسمیں ہیں ایک وہ احکام ہیں جس کا جزء دین ہونا بداہۃً ثابت ہے۔

مثلاً: پانچ نمازیں، رمضان کے روزے اور حج، زکوۃ، زنا اور شراب کی حرمت اور اسی جیسے دوسرے احکام، تو اس قسم میں تقلید جائز نہیں، کیونکہ ان چیزوں کا علم تمام لوگوں کو ہوتا ہے۔لہذا اس میں تقلید کے کوئی معنیٰ نہیں۔

اور دوسری قسم وہ ہے جس کا علم، فکر ونظر اور استدلال کے بغیر نہیں ہوسکتا جیسے عبادات، معاملات اور شادی بیاہ کے فروعی مسائل۔ اس قسم میں تقلید درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فا سئلو ا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون** ٥ یعنی اہل ذکر (علماء) سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ نیز اس لئے کہ اگر ہم دین کے ان فروعی مسائل

میں تقلید کو ممنوع کردیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر شخص باقاعدہ علوم دین کی تحصیل میں لگ جائے۔ اور لوگوں پر اس (تعلیم) کو واجب کرنے سے زندگی کی تمام ضروریات برباد ہوجائیں گے اور کھیتوں اور مویشیوں کی تباہی لازم آئے گی لہذا ایسا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

(عقیدہ اور عقیدت)

مجتھد فیہ مسائل کا حکم

وہ احکامات ومسائل جو قرآن وسنت میں صراحتاً مذکور نہیں یا جن میں آیات قرآنی اور روایات حدیث میں بظاہر کوئی تعارض نظر آتا ہے یا جن میں صحابہ وتابعین کے درمیان قرآن وسنت کے معنیٰ متعین کرنے میں اختلاف پیش آیا ہے یہ مسائل واحکام محل اجتہاد ہوتے ہیں اس کو اصطلاح میں **مجتھد فیہ** مسائل کہا جاتا ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ جس عالم کو درجہ اجتہاد حاصل نہیں اس کو بھی ان مسائل میں کسی امام مجتہد کی تقلید ضروری ہے اپنی ذاتی رائے کے بھروسہ پر ایک آیت یا روایت کو ترجیح دے کر اختیار کرنا اور دوسری آیت یا روایت کو مرجوح قرار دے کر چھوڑ دینا اس کے لئے جائز نہیں۔

(معارف القرآن ج۵ ص۳۴۵)

اسی طرح قرآن وسنت میں جو احکام صراحتاً مذکور نہیں ان کو قرآن وسنت کے بیان کردہ اصول سے نکالنا اور ان کا حکم شرعی متعین کرنا یہ بھی ان مجتہدین امت کا کام ہے جن کو عربی زبان، عربی لغت اور محاورات اور طرق استعمال کا نیز قرآن وسنت سے متعلقہ تمام علوم کا معیار علم اور ورع وتقویٰ کا اونچا مقام حاصل ہو۔ جیسے امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ یا امام اوزاعیؒ، فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ وغیرہ جن میں

حق تعالیٰ نے قرب زمانہ نبوت اور صحبت صحابہؓ وتابعینؒ کی برکت سے شریعت کے اصول ومقاصد سمجھنے کا خاص ذوق اور منصوص احکام سے غیر منصوص کو قیاس کر کے حکم نکالنے کا خاص سلیقہ عطاء فرمایا تھا۔ ایسے مجتهد فیه مسائل میں عام علماء کو بھی ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید لازم ہے۔ ائمہ مجتہدین کی خلاف کوئی نئی رائے اختیار کرنا خطاء ہے۔

(معارف القرآن ج۵ص۳۴۶)

یہی وجہ ہے کہ امت کے اکابر علماء ومحدثین وفقہاء امام غزالیؒ، امام رازیؒ، امام ترمذیؒ، علامہ طحاویؒ، علامہ مزنیؒ، علامہ ابن ہمامؒ، ابن قدامہؒ اور اسی معیار کے لاکھوں علمائے سلف وخلف باوجود علوم عربیت و علوم شریعت کی اعلیٰ مہارت حاصل ہونے کے ایسے اجتہادی مسائل میں ہمیشہ ائمہ مجتہدین کی تقلید ہی کے پابند رہے ہیں۔ اور مجتہدین کیخلاف اپنی رائے سے کوئی فتویٰ دینا جائز نہیں سمجھا۔ (معارف القرآن ج۵ص۳۴۶)

البتہ ان حضرات کو علم وتقویٰ کا معیاری درجہ حاصل تھا کہ مجتہدین کے اقوال وآراء کو سنت وقرآن کے دلائل سے جانچنے اور پرکھتے تھے۔ پھر ائمہ مجتہدین میں جس امام کے قول کو وہ کتاب وسنت کے ساتھ اقرب پاتے اس کو اختیار کر لیتے تھے مگر ائمہ مجتہدین کے مسلک سے خروج اور ان سب کے خلاف کوئی رائے قائم کرنا ہرگز جائز نہ جانتے تھے تقلید کی اصل حقیقت اتنی ہی ہے۔ (حوالہ بالا)

کیا تقلید شرک ہے؟

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تقلید کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ امام یا مجتہد کو بذات خود واجب الاطاعت سمجھ کر اس کا اتباع کیا جارہا ہے۔ بلکہ مقصود

تو قرآن وسنت کی پیروی ہے لیکن امام کی تشریح وتعبیر پر اعتماد کیا جا رہا ہے۔ وہ قرآن وسنت کا شارح (تشریح کرنے والا) ہے شارع (شریعت یا قانون بنانے والا) ہرگز نہیں۔ مقلد اپنے امام کو مأخذ شریعت نہیں سمجھتا بلکہ یہ سمجھ کر اس کے قول پر عمل کرتا ہے۔ کہ امام چونکہ قرآن وسنت کے علوم میں پوری بصیرت رکھتا ہے اس لئے اس کی تشریح زیادہ قابل اعتماد ہے۔

اب ذرا انصاف کی نظر سے دیکھ کر بتایئے کہ اس میں شرک یا گناہ کی کونسی بات ہے؟ اگر امام کو شارع (قانون ساز) یا بذات خود واجب الاطاعت مانا جائے تو بلاشبہ یہ شرک ہے۔

دیکھئے فی الحال پاکستان میں جو قانون نافذ ہے وہ کتابی شکل میں مرتب اور مدوّن ہے۔ کروڑوں کی آبادی میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو قانون کو کتابوں سے پڑھ پڑھ کر اس پر عمل کرتے ہیں؟ اچھے خاصے انگریزی دان بھی وکیل سے مشورہ لیتے ہیں۔ خود قانون کی کتاب براہ راست سمجھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے وکلاء کو حاکم یا قانون ساز تسلیم کر لیا ہے۔

بس اسی طرح قرآن وسنت کے احکام کو ٹھیک طرح سمجھنے اور عمل کرنے کیلئے ائمہ مجتہدین پر اعتماد کو تقلید کہتے ہیں۔

تقلید کا ثبوت قرآن مجید سے

تقلید کی حقیقت کے بارے میں قرآن کریم میں اصولی ہدایات موجود ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ا......یا یھا الذین امنو ا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

و اولی الا مر منکم۔ (سورۃ النساء)

اے ایمان والوں! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اور اپنے آپ میں سے اولوالا مر کی اطاعت کرو۔

اولو الا مر سے بعض مفسرین کے نزدیک مسلمان حکام ہیں۔ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت مجاہدؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت عطاء بن السائبؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت ابوالعالیہؒ اور دوسرے بہت سے مفسرین نے اس کا مطلب علماء اور فقہاء لیا ہے۔ اور امام رازیؒ نے اسے ترجیح دی ہے۔

اور علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ امراء کی اطاعت کا نتیجہ بھی بالآخر علماء ہی کی اطاعت ہے کیونکہ امراء بھی شرعی معاملات میں علماء کی اطاعت کے پابند ہیں۔

بہر حال! اس آیت میں مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کریں اور ان علماء اور فقہاء کی اطاعت کریں جو اللہ اور اس کے رسول کے کلام کی تشریح کرنے والے ہیں اسی اطاعت کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فا ن تنا زعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم

تو منون با للہ و الیوم الاخر۔

پس اگر کسی معاملے میں تمہارا باہم اختلاف ہو جائے تو اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ اس جملے میں مجتہدین کو خطاب کیا گیا ہے اور امام ابوبکر جصاصؒ "اولوالامر" کا مطلب علماء لیتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ اگر اولوالامر کی اطاعت کا حکم دینے کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اگر کسی معاملے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ اس بات کی دلیل ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہاء ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا اور پھر فان تنازعتم الیٰ آخرہ فرما کر اولوالامر کو حکم دیا کہ جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہو، اسے اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کی طرف لوٹا دو۔ یہ حکم فقہاء ہی کو ہوسکتا ہے کیونکہ عوام الناس اور غیر اہل علم کا یہ مقام نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس بات سے واقف نہیں ہوتے کہ اللہ کی کتاب اور سنت کی طرف کسی معاملے کو لوٹانے کا کیا طریقہ ہے اور نہ انہیں نت نئے مسائل اخذ کرنے کیلئے دلائل کے طریقوں کا علم ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ یہ خطاب علماء کو ہے۔

(احکام القرآن ج۲ص ۲۵۷)

مشہور اہلحدیث عالم علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے کہ فان تنازعتم الخ کا خطاب مجتہدین کو ہے۔

والظاھر انه خطاب مستقل مستانف موجّه للمجتھدین۔

(تفسیر فتح البیان ج۲ص ۳۰۸)

اور ظاہر ہے کہ یہ مستقل خطاب ہے جس میں حکم کا رُخ مجتہدین کی طرف ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس میں اجتہاد کی اہلیت نہیں مختلف فیہ مسائل میں ان کو براہ راست قرآن

وحدیث سے رجوع کر کے خود فیصلہ کرنا درست نہیں ۔ عام لوگوں کو خطاب ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔جس کا طریقہ یہ ہے کہ "اولو الامر "یعنی فقہاء سے مسائل پوچھیں اوران پرعمل کریں، جبکہ دوسرے جملہ میں مجتہدین کوخطاب ہے کہ تنازعہ کی صورت میں کتاب اللہ اورسنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کر کے اپنی اجتہادی بصیرت کے ذریعے احکام اخذ کریں۔لہذا پہلے جملہ میں عام مؤمنین کوتقلید کا حکم ہے اور دوسرے جملہ میں متبحر علماءکواجتہادکا۔

۲.......واذاجاء ھم امر من الا من اوالخوف اذاعوا بہ ط ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الا مر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم.

(سورۃ النساء)

اور جب ان (عوام الناس) کے پاس امن یا خوف کی بات پہنچتی ہےتو یہ اس کی اشاعت کردیتے ہیں۔اوراگر یہ اس معاملے کورسول کی طرف یا اپنے اولوالامر کی طرف لوٹا دیتے تو ان میں سے جولوگ اس کے استنباط کے اہل ہیں وہ اس کی حقیقت کوخوب معلوم کر لیتے۔

اس آیت سے یہ اصولی ہدایت ملتی ہے کہ جولوگ گہری نظراورتحقیق کی قابلیت نہیں رکھتے انہیں اہل استنباط (فقہاءمجتہدین) کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔اور وہ اپنی بصیرت سے جوراہ عمل متعین کرے اس پرعمل کرنا چاہیئے،اسی کا نام تقلید ہے۔

چنانچہ امام رازیؒ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔پس ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے، اور قیاس یا تو خود استنباط ہے یا استنباط میں داخل ہے۔لہذا وہ بھی حجت ہوا۔ جب یہ بات طے ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت چند امور کی دلیل ہے ایک یہ کہ

نت نئے پیش آنے والے مسائل میں بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو آیت سے (صاف طور پر) معلوم نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کا حکم معلوم کرنے کے لئے استنباط کی ضرورت پڑتی ہے دوسرے یہ کہ استنباط حجت ہے۔ اور تیسرے یہ کہ عام آدمی پر واجب ہے کہ وہ پیش آنے والے مسائل واحکام کے بارے میں علماء کی تقلید کرے۔

کیا یہ آیت جنگ کے مخصوص حالات کے بارے میں ہے؟

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ آیت جنگ کے مخصوص حالات کے بارے میں ہے۔ امام رازیؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

ان قوله واذا جاء هم امر من الا من اوالخوف عام الى آخره ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ جب ان کے سامنے امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے الخ۔ بالکل عام ہے جس میں جنگ کے حالات بھی داخل ہیں۔ اور تمام شرعی مسائل بھی، اس لئے کہ امن وخوف ایسی چیزیں ہیں کہ شریعت کے فرض کردہ احکام کا کوئی باب ان سے باہر نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اسے جنگ کے حالات سے مخصوص کردے۔

اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں۔

اس آیت میں قیاس کے جائز ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعض علوم ایسے ہیں جن کا ادراک (حاصل کرنا) استنباط کے ذریعہ ہوتا ہے۔ (فتح البیان ج۲ ص۳۳۰)

۳......**فلو لا نفر من كل فرقة منهم الآ يه.** (سورة التو به)

پس کیوں نہ نکل پڑا ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ تا کہ یہ لوگ دین

میں تفقہ (سمجھ) حاصل کریں اور تا کہ لوٹنے کے بعد اپنی قوم کو ہوشیار کریں۔شاید کہ وہ لوگ (اللہ کی نافرمانی سے) بچیں۔

اس آیت سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علم حاصل کرنے والی جماعت پر یہ واجب ہے کہ وہ دوسروں کو شریعت کے احکام سے باخبر کرے اور دوسروں پر واجب ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے ان کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کریں۔اس کا نام تقلید ہے۔اس پر امام جصاصؒ گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فا وجب الحذر با نذارھم والزم المنذرین قبو ل قولھم.

(احکام القرآ ن للجصاص ج۲ص۲۶۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں پر واجب کیا ہے کہ جب علماء ان کو (احکام شریعت بتا کر) ہوشیار کریں تو وہ (اللہ کی نافرمانی سے) بچیں اور علماء کی بات مانیں۔

۴......**فا سئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمو نo**

اگر تمھیں علم نہ ہوتو اہل ذکر سے پوچھ لو اس آیت شریفہ میں یہ اصول بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ عالم نہ ہو وہ علم وفن کے ماہرین سے پوچھ کر عمل کیا کریں۔اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں۔

امامن یسوغ له التقلید فھو العامی الذی لا یعرف طرق الا حکام الشریعة فیجو زله ان یقلد عالما ویعمل بقوله قال الله تعالیٰ فا سئلو ا اھل الذکر الآ یه.

(الفقیه و المتفقه للخطیب بغدادی ج۲ص۶۸)

رہا یہ مسئلہ کہ تقلید کس کے لئے جائز ہے سو یہ وہ عامی شخص ہے جو احکام شرعیہ کے

طریقے نہیں جانتا۔ پس اس کیلئے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کی تقلید کرے اور اس کے قول پر عمل کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فا سئلو ا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمو نo

خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند سے حضرت عمرو بن قیسؒ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت بالا میں اہل الذکر سے مراد اہل علم ہیں۔ (عقیدہ اور عقیدت)

۵......و اتبع سبیل من انا ب الیّ ط

جو لوگ میری طرف انابت اور رجوع کرتے ہیں ان کے راستہ کی اتباع کر۔

و اتبع! کا صیغہ امر کا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اور رجوع کرتے ہیں تو ان کی اتباع واجب ہے۔

صاحب رو ح المعانی فرماتے ہیں!

و اتبع سبیل من انا ب الی با لتو حید و الا خلا ص

با لطا عۃ و حا صلہ اتبع سبیل المخلصین۔

(رو ح المعانی ص۸۷ج۲۱)

یعنی جو لوگ تو حید اور اخلاص کے ساتھ اطاعت پر گامزن ہیں تو ایسے مخلصین کے راستے کی تو اتباع کر۔

تقلید کا ثبوت احادیث سے

قرآن کریم کے علاوہ احادیث سے بھی تقلید کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

ا......عن حذیفةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لا ادری ما بقائی فیکم فا قتد وابا لذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ . (مرقاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۵۴۹)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مجھے معلوم نہیں میں کتنا عرصہ تمہارے درمیان رہوں گا۔پس تم میرے بعد دو شخصوں کی اقتداء کرنا۔

حدیث شریف میں لفظ اقتداء آیا ہے جو دینی امور میں کسی کی پیروی کیلئے استعمال ہوتا ہے......عربی لغت کے مشہور عالم ابن منظورؒ لکھتے ہیں۔

القُدوۃ والقِدوۃ ما تسنّنت به یعنی قدوہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی سنت پر تم عمل کرو۔اور القدوۃ الا سوۃ قدوۃ کے معنیٰ ہیں اسوہ (یعنی نمونہ) قرآن کریم میں بھی یہ لفظ دینی امور میں انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی پیروی کے لئے آیا ہے۔

اولئك الذین هدی الله فبهد اهم اقتدہط (سورۃ الا نعام)

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔پس تم ان کی ہدایت کی اقتداء کرو۔

پس مندرجہ بالا حدیث شریف میں لفظ اقتداء استعمال کیا گیا ہے جو کہ دینی امور میں کسی کی پیروی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اور یہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ وحضرت عمرؓ کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔اور اسی کا نام تقلید ہے۔

۲......حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من افتی بغیر علم کا ن اثمه علی من افتا ہ

جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔ اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقلید جائز ہے اور عالم کے فتویٰ پر، دلیل کی تحقیق کے بغیر عمل جائز ہے۔ کیونکہ سارا گناہ بے علم کو ہوگا۔ جو فتویٰ دے۔ اگر فتویٰ کی تحقیق کی بغیر عمل جائز نہ ہوتا تو سوال کرنے والے کو بھی اس بات کا گناہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس نے فتویٰ کی صحت کی تحقیق کیوں نہیں کی؟

پس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ جو شخص خود عالم نہ ہو اس کا فریضہ صرف اس قدر ہے کہ جو شخص اس کی معلومات کے مطابق قرآن وسنت کا علم رکھتا ہو مسئلہ پوچھ لے۔ اگر وہ غلط بتائے تو گناہ عالم پر ہوگا پوچھنے والے پر نہیں۔

۳......حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن العذری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغا لین وانتحا ل المبطلین وتا ویل الجا هلین.

(رواہ البیہقی فی المدخل ....مشکوۃ المصابیح ، کتا ب العلم ص۲۸)

ہر آنے والے نسل کے ثقہ لوگ اس علم دین کے حامل ہوں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف کو باطل پرستوں کے جھوٹے دعوؤں کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

اس حدیث شریف میں جاہلوں کی تاویلات کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے

کہ ان تاویلات کی تردید علماء کا فرض ہے اور تاویلات بھی وہی آدمی کر سکتا ہے جو علم دین اور عربی کی شُد بُد رکھتا ہو، لیکن ایسے شخص کو بھی حدیث میں "جاہل" قرار دیا گیا اس کی تاویل کی مذمت کی گئی، پس جو لوگ مجتہدانہ بصیرت نہیں رکھتے انہیں قرآن وحدیث کے صحیح مطلب کو سمجھنے کیلئے اہل علم کی طرف رجوع کرنا لازمی ہے۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

(عقیدہ اور عقیدت)

۴......حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو دریافت فرمایا، تمہارے سامنے کوئی قضیہ پیش آجائے تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے فیصلہ کرونگا، فرمایا، اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ عرض کیا، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کرونگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر اس میں نہ ملے تو؟ عرض کیا، پھر اجتہاد کرونگا اور اس قضیہ (مسئلہ) کا حکم معلوم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑونگا۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے میرے اس جواب پر (فرط مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ تعالیٰ کا رسول راضی اور خوش ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص۳۲۴ / ابو داود ص ۱۴۹)

حضرت معاذ ابن جبلؓ اہل یمن کے لئے محض گورنر بن کر نہیں گئے تھے بلکہ قاضی اور مفتی بن کر بھی گئے تھے۔ حضور اقدس ﷺ جانتے تھے کہ اہل یمن اپنے پیش آمدہ مسائل ومعاملات حضرت معاذؓ کے سامنے پیش کریں گے اور حضرت معاذؓ قرآن وحدیث اور اپنے اجتہاد کی روشنی میں جو حکم بیان فرمائیں گے وہ لوگ اس میں آپؓ کی اتباع کریں گے۔ یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟

گویا حضور ﷺ نے اہل یمن کو حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی پر مامور فرمایا۔ اگر اس حدیث میں صحیح طور پر غور کیا جائے تو اس سے تقلید کا ثبوت اور جواز واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

۵......العلماء ورثة الانبياء

(رواہ احمد وابوداود و الترمذی (مشکوۃ شریف ص۳۴)

علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ پس جس طرح انبیاء کی اتباع فرض اور لازم ہے اسی طرح وارثین انبیاء یعنی علماء کی اتباع بھی لازم اور ضروری ہے۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی میراث علم ہے علماء کی اتباع واقتداء اسی لئے فرض ہے کہ وہ علم شریعت کے وارث اور حامل ہیں۔ اس حدیث سے بھی تقلید کا ثبوت ملتا ہے۔

(مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ)

صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تقلید

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تقلید پر بکثرت عمل ہوتا رہا ہے۔ جو صحابہ تحصیلِ علم میں زیادہ وقت نہیں لگا سکتے تھے وہ فقہاء صحابہؓ سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے تھے اور صحابہؓ سے تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں ثابت ہیں۔ ان روایات جن سے تقلید کا ثبوت ملتا ہے سے قبل تقلید مطلق اور تقلید شخصی کے فرق کو سمجھ لینا چاہئے۔

تقلید مطلق

اگر ایک مسئلہ میں ایک عالم کا مسلک لیا جائے اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے عالم کی رائے قبول کر لی جائے تو اس کو تقلید مطلق یا تقلید عام یا تقلید غیر شخصی کہیں گے۔

تقلید شخصی

اگر تقلید کے لئے کسی ایک مجتہد کو اختیار کیا جائے اور ہر مسئلہ میں اسی کے فیصلہ کو لیا جائے تو اسے تقلید شخصی کہتے ہیں۔ پہلے تو صحابہؓ کے دور میں تقلید مطلق کی مثالیں آتی ہیں۔

ا......حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگوں! جو شخص قرآن کے بارے میں کچھ پوچھتا ہو وہ ابی بن کعبؓ کے پاس جائے جو میراث کے احکام کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابتؓ کے پاس جائے اور جو شخص فقہ کے بارے میں سوال کرنا چاہے وہ میرے پاس آجائے اس لئے کہ اللہ نے مجھے اس کا والی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس تقریر میں لوگوں کو تفسیر، فرائض اور فقہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے ماہر اور ممتاز صحابہؓ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی کہ لوگ ان کے بتائے ہوئے مسائل پر عمل کریں، یہی تقلید ہے۔

۲......عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرینؒ سے پوچھا کہ (غسل کے لئے) حمام میں داخل ہونا جائز ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ اسے مکروہ کہتے تھے۔

(اخرجہ مسدد /المطالب العالیہ للحافظ ابن حجرؒ ج اص ۵۱)

دیکھئے یہاں محمد بن سیرینؒ نے صرف اتنا کہا کہ حضرت عمرؓ اسے مکروہ کہتے تھے اس کی کوئی دلیل نہیں بتائی۔

صحابہ کرامؓ میں سے بھی جو حضرات خود کو اہل اجتہاد یا اہل استنباط نہیں سمجھتے تھے وہ فقہاء صحابہؓ سے پوچھتے وقت دلائل کی تحقیق نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ اعتماد کر کے مسائل پر عمل

کرتے تھے۔

۳......حضرت سلیمان بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ حج کے ارادے سے نکلے جب مکہ مکرمہ کے راستے میں نازیہ کے مقام تک پہنچے تو انکی سواریاں گم ہوگئیں اور وہ یوم النحر ۱۰ ذی الحجہ میں (جب حج ہو چکا تھا) حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو ان سے یہ واقعہ ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم وہ ارکان ادا کرو جو عمرہ والا ادا کرتا ہے (یعنی طواف اور سعی) اس طرح تمہارا احرام کھل جائے گا۔ پھر اگلے سال جب حج کا زمانہ آئے تو دوبارہ حج کرو اور جو قربانی میسر ہو ذبح کرو۔

(موطا امام مالکؒ ص۴۹ ۱ھدی من فات الحج)

اس مثال میں بھی نہ حضرت ابوایوبؓ نے مسئلے کی دلیل پوچھی نہ حضرت عمرؓ نے بتائی۔ انہوں نے فقط حضرت عمرؓ کے علم وفہم پر یقین کر کے عمل فرمایا، اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

۴......حضرت مصعب بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد (سعد بن ابی وقاصؓ) جب مسجد میں نماز پڑھتے تو رکوع اور سجدہ تو پورا کر لیتے مگر اختصار سے کام لیتے اور جب گھر میں نماز پڑھتے تو رکوع، سجدہ اور نماز (کے دوسرے ارکان) طویل فرماتے۔ میں نے عرض کیا ابا جان آپ جب مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو اختصار سے کام لیتے ہیں اور جب گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو طویل نماز پڑھتے ہیں، حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ بیٹے ہم (لوگوں کے) امام ہیں، لوگ ہماری اقتداء کرتے ہیں (یعنی لوگ ہمیں طویل نماز پڑھتے دیکھیں گے تو اتنی طویل نمازیں پڑھنا ضروری سمجھیں گے اور جا و بے جا اس کی پابندی شروع کردیں گے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح)

(مجمع الزوائد للھیثمی ج۱ص۱۸۲ باب الاقتداء بالسلف)

پس ثابت ہوا کہ عام لوگ بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو دیکھ کر ان کی تقلید کرتے تھے، اس لئے وہ اپنے عمل میں اتنی باریک باتوں کا خیال رکھتے تھے۔

۵......حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے احرام کی حالت میں رنگا ہوا کپڑا پہن رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا طلحہؓ یہ رنگا ہوا کپڑا کیسا؟ حضرت طلحہؓ نے جواب دیا امیر المومنین یہ تو گیرو ہے (جس میں خوشبو نہیں ہوتی اور بغیر خوشبو کے رنگین کپڑا پہننا جائز ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ امام ومقتداء ہیں لوگ آپ کی اقتداء کرتے ہیں لہذا اگر کوئی ناواقف آدمی آپ کی جسم پر یہ کپڑا دیکھے گا تو وہ یہ کہے گا کہ طلحہ بن عبید اللہؓ احرام کی حالت میں رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ (لہذا ہر قسم کے رنگین کپڑے پہننا جائز ہے چنانچہ وہ خوشبو والے رنگین کپڑے بھی پہننے لگیں گے) لہذا آپ حضرات اس قسم کے رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنا کریں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲. احا دیث عبد الرحمن بن عوفؓ)

۶......حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا۔

میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے اور یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے شریف صحابہؓ میں سے ہیں اور اہل بدر سے ہیں پس تم ان کی اقتداء کرو اور ان کی بات سنو۔

۷......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قضاء کے اصول بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آج کے بعد جس شخص کو قضاء کا معاملہ پیش آئے اسے چاہئے کہ وہ کتاب اللہ سے فیصلہ کرے پھر اگر اس کے سامنے کوئی ایسا معاملہ آجائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو

نبی کریم ﷺ نے جو فیصلہ کیا ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ پھر اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اس میں نبی کریم ﷺ کا کوئی فیصلہ ہو تو صالحین نے جو فیصلہ کیا ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو اور نہ صالحین نے، تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔ (سنن النسائی ج۲ص۳۰۵/ و سنن الدارمی ج۱ص۵۴ مقدمہ)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کی تشریح میں صالحین کا اتباع ضروری ہے۔ یہی تقلید کا مقصد و مطلب ہے۔ پھر یہ حدیث قاضی اور عالم کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ اپنی اجتہادی رائے پر صالحین اسلاف کے فیصلے کی طرف رجوع کرے، یہ چند مثالیں سرسری طور پر بیان کردی گئی ہیں ورنہ کتب آثار ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ اس کے علاوہ صحابہؓ کے زمانے میں شخصی تقلید کی مثالیں بھی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تقلید شخصی

۱......صحیح بخاری میں حضرت عکرمہؒ سے روایت ہے۔ بعض اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے ایسی عورت کے بارے میں سوال کیا جو طوافِ فرض کے بعد حائضہ ہوگئی ہو (کہ وہ طواف وداع کے لئے پاک ہونے تک انتظار کرے یا طواف وداع اس سے ساقط ہو جائے گا؟ اور بغیر طواف کئے واپس آنا جائز ہوگا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ (طواف وداع کے بغیر) جاسکتی ہے۔ اہل مدینہ نے کہا کہ ہم آپ کے قول پر زید بن ثابتؓ کے قول کو چھوڑ کر عمل نہیں کریں گے۔

یہی واقعہ مسند ابوداؤد میں منقول ہے۔ اس میں اہل مدینہ کے یہ الفاظ منقول ہیں

۔اے ابن عباسؓ جس معاملے میں آپ زید بن ثابتؓ کی مخالفت کررہے ہیں اس میں ہم آپ کی اتباع نہیں کریں گے۔اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (مدینہ پہنچ کر) ام سلیمؓ سے پوچھ لینا (کہ جو جواب میں نے دیا ہے وہ درست ہے)

(مسند ابو داود الطیالیسی ص۲۲۹ مرویات امّ سلیم)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اہل مدینہ زید بن ثابتؓ کی تقلید کرتے تھے اور انہی کے قول کو حجت سمجھتے تھے۔اور ابن عباسؓ نے اہل مدینہ کو ہرگز یہ نہیں کہا کہ تم لوگ ایک شخص کو تقلید کے لئے مقرر کرکے شرک اور گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ جب ان لوگوں نے ام سلیمؓ سے پوچھا اور زید بن ثابتؓ سے عرض کیا تو زید بن ثابتؓ نے حدیث کی تحقیق کرکے اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیا۔اور اس کی اطلاع ابن عباسؓ کو بھی دی جیسے مسلم، نسائی اور بیہقی وغیرہ کی روایات میں وضاحت آئی ہے۔

(فتح الباری ج۳ص۴۶۸۔۴۶۹)

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر اہل مدینہ مقلّد ہوتے تو ام سلیمؓ سے تحقیق کیونکر کرتے؟ یہ بات دراصل اس غلط فہمی پر مبنی ہے کہ کسی مجتہد کی تقلید کے بعد احادیث کی تحقیق حرام ہو جاتی ہے۔حالانکہ تقلید کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ جو شخص قرآن وسنت کا مطلب سمجھے، ظاہری تعارض کو دور کرنے اور ناسخ ومنسوخ کا فیصلہ کرنے کی قابلیت خود میں نہیں پاتا وہ کسی مجتہد عالم سے تفصیلی دلائل کا مطالبہ کئے بغیر اس کے علم پر بھروسہ کرکے اس کے فتویٰ پر عمل کر لیتا ہے۔قرآن وحدیث کا مطالعہ اور تحقیق ،تقلید کے بعد بند نہیں ہو جاتا۔اس کا ثبوت وہ تفسیریں اور شرحیں ہیں جو مقلدین نے لکھی ہیں۔

جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد وغیرہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے ایک حدیث

منقول ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا، کہ جب تمہارے سامنے کوئی قضیہ پیش آ جائے تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے فیصلہ کرونگا، فرمایا، اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ عرض کیا، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کرونگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر اس میں نہ ملے تو؟ عرض کیا، پھر اجتہاد کرونگا اور اس قضیہ (مسئلہ) کا حکم معلوم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑونگا۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے میرے اس جواب پر (فرط مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الاقضیة باب اجتهاد الرای فی القضاء)

(اس حدیث پر امام جوزقانی نے جو اعتراضات کئے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ نے اس کا جواب بھی دیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت معاذؓ کے جن اصحاب سے یہ حدیث مروی ہے ان میں کوئی بھی متہم، کذاب یا مجروح نہیں ہے۔ دوسرے انہوں نے خطیب بغدادیؒ کے حوالے سے اسی حدیث کا ایک دوسرا طریق **عبادة بن نسی عن عبد الرحمن بن غنم عن معاذ** بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ **وهذا اسناد متصل ورجاله معروفون بالثقه** نیز بتلایا ہے کہ یہ حدیث **تلقی بالقبول** کی وجہ سے بھی قابل استدلال ہے) (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۷۵، ۱۷۶)

سوچنے کی بات ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں سے صرف ایک بڑے فقیہ صحابی کو چنا اور ان کو معلم، قاضی، حاکم اور مجتہد بنا کر اہل یمن پر لازم کر دیا کہ وہ ان کی

اتباع کریں۔آپ ﷺ نے ان کو قرآن وسنت، قیاس واجتہاد کے مطابق فتویٰ دینے کی اجازت بھی دے دی۔اس کا تو یہی مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے اہل یمن کو تقلید شخصی کا پابند بنادیا۔

حضرت معاذؓ معلم ومفتی کے طور پر یمن گئے تھے،صرف ایک حکمران کے طور پر نہیں۔ثبوت میں حدیث شریف دیکھئے صحیح بخاری کی روایت ہے۔

حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہمارے پاس یمن آئے وہ ہمارے امیر بھی تھے اور معلم بھی تھے۔ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے وفات کے بعد اپنی بیٹی اور بہن چھوڑی ہے (ان کو کیا میراث ملے گی) تو حضرت معاذؓ نے بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف میراث دی۔

(صحیح بخاری ج۲ص۹۹۷ کتاب الفرائض باب میراث البنات)

یہاں اگرچہ حضرت معاذؓ نے فتویٰ دے کر اس کی دلیل بھی نہیں بتائی لیکن ان کا فیصلہ تقلیداً قبول کیا گیا۔

اسی طرح مسند احمد اور معجم طبرانی میں روایت ہے کہ حضرت معاذؓ یمن تشریف لائے تو خولان کی ایک عورت پاس آئی اور سلام کے بعد کہنے لگی کہ اے شخص تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔عورت نے کہا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے اور آپ اللہ کے رسول کے ایلچی ہیں تو اے رسول اللہ ﷺ کے پیامبر کیا آپ مجھے (دین کی باتیں) نہیں بتائیں گے؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا مجھ سے جو چاہو پوچھو۔

(الھیثمی فی مجمع الزوائد ج۴ص۳۰۷باب حق الزوج علی المرأۃ)

پس حضرت معاذؓ حضور اکرم ﷺ کے سفیر اور ان کے نمائندے کی حیثیت سے احکام دین بتایا کرتے تھے۔ اسی حدیث میں حضرت معاذؓ نے عورت کو خاوند کے حقوق بتائے، لیکن نہ کوئی آیت اور نہ کوئی حدیث سنائی، بلکہ اصولِ اسلام کے مطابق جواب دیا۔ اور لوگ ان کی تقلید کرتے تھے۔ صرف اہل یمن نہیں بلکہ دوسرے صحابہؓ بھی ان کی تقلید کرتے تھے۔

چنانچہ ابو مسلم خولانیؒ کی روایت میں ہے کہ اہل دمشق کی ایک مسجد میں ایک حلقہ میں ادھیڑ عمر کے صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ درمیان میں ایک جوان سُرمگیں آنکھوں والے اور چمکدار دانت والے صحابی تھے۔ جب صحابہ میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ فیصلہ اسی جوان صحابی سے کراتے۔ خولانیؒ نے اپنے ہم نشین سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔

یہ چند مثالیں تقلید شخصی کی نظیر ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کی دونوں قسموں (تقلید شخصی اور غیر شخصی) پر صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک میں عمل ہوتا رہا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ جو شخص قرآن، سنت سے براہ راست احکام نکالنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اصل کے اعتبار سے اس کے لئے تقلید کی دونوں قسمیں جائز اور درست ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

اور (تقلید کی مذمت میں جو باتیں کی گئی ہیں) ان کا اطلاق اس شخص پر نہیں ہوتا جو آنحضرت ﷺ کے سوا کسی کے قول کو حجت نہیں مانتا۔ اور جس کا اعتقاد یہ ہے کہ حلال صرف وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال کر دیا۔ اور حرام صرف وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کر دیا۔ لیکن چونکہ اس کو نبی کریم ﷺ کے اقوال کا

علم نہیں ہے نہ وہ آپ کے کلام میں سے متعارض احادیث کی تطبیق کے طریقے سے واقف ہے اور نہ آپ کے کلام سے استنباطِ احکام کے طریقے جانتا ہے، اس لئے وہ کسی ہدایت یافتہ عالم کی اس بناء پر اتباع کرلیتا ہے کہ یہ عالم (اپنے علم وتقویٰ کے پیش نظر) اپنے اقوال میں صائب (درست ہوگا۔ اور ظاہری طور پر رسول اللہ ﷺ کا متبع ہوگا۔ چنانچہ اگر اس کا یہ گمان غلط ثابت ہوجائے تو وہ کسی جدال واصرار کے بغیر اس کی تقلید سے دستبردار ہوجائے گا تو (اس قسم کی) تقلید سے کوئی کیسے انکار کرسکتا ہے۔ جب کہ فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کے وقت سے چلا آتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ انسان ہمیشہ ایک ہی شخص سے فتویٰ پوچھا کرے (جسے تقلیدِ شخصی کہتے ہیں) یا کبھی ایک شخص سے اور کبھی دوسرے شخص سے پوچھا کرے (جسے تقلیدِ مطلق کہتے ہیں) جب کہ اس میں مذکورہ بالا شرائط جمع ہوں۔ (حجة الله البالغه ص١٥٦/ و عقد الجيد ص ٣٩ ١٣٤٤ھ)

پس فی الحقیقت تقلید شخصی ہو یا مطلق اصلاً جائز ہے۔

تقلید شخصی کی وجہ

اب علماء وفقہاء نے لوگوں کو صرف تقلید شخصی پر عمل کرنے کے لئے کیوں فتویٰ دیا؟

فقہاء کرام نے محسوس کیا کہ لوگوں میں دیانت کا معیار روز بروز گھٹ رہا ہے احتیاط اور تقویٰ اٹھتے جارہے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر تقلید مطلق کا دروازہ کھلا رہا تو بہت سے لوگ جان بوجھ کر اور بہت سے غیر شعوری طور پر خواہش پرستی میں مبتلا ہوجائیں گے۔ مثلاً ایک شخص کا سردی کے موسم میں خون نکل آیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا وضوء ٹوٹ گیا اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹا۔ وہ اپنی سستی کی وجہ سے اس وقت امام

شافعیؒ کی تقلید کر کے بلا وضوء نماز پڑھ لے گا۔ پھر اگر اس نے کسی عورت کو چھولیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا وضوء جاتا رہا، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک برقرار ہے۔ اب اس کی تن آسانی اس کو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید پر ڈالے گی۔ غرض جس امام کے قول میں اسے فائدہ اور آرام نظر آئے گا اسے لے لے گا۔ اور جہاں کسی کے قول میں نقصان یا خواہش نفس کی قربانی دکھائی دے اسے چھوڑ دے گا۔ جس سے احکام شرعیہ نفسانی خواہشات کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جائیں گے۔ یہ چیز بلا اختلاف حرام ہے۔ اسی چیز کی خرابیوں کو واضح کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

امام احمدؒ وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ محض خواہشاتِ نفسی کے زیر اثر ایک چیز کو پہلے حرام یا واجب سمجھے اور پھر اسی کو جائز یا حرام قرار دے دے۔ مثلاً وہ خود کسی کا پڑوسی ہو اور شفعہ کا دعویٰ کرنا چاہتا ہو تو (امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق) یہ مذہب اختیار کر لے کہ شفعہ کا حق پڑوسی کو ہوتا ہے۔ پھر جب کوئی دوسرا شخص پڑوس کی وجہ سے اس پر شفعہ کا دعویٰ کرے تو (امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق) یہ قول اختیار کر لے کہ شفعہ کا حق پڑوسی کو نہیں ہے یا مثلاً ایک شخص کسی مرنے والے کا بھائی ہو اور میت کا دادا بھی موجود ہو تو یہ مذہب اختیار کر لے کہ بھائی میراث میں دادا کے شریک ہوتے ہیں اور جب خود دادا بنے اور اس کا پوتا اپنے بھائی کو چھوڑ کر مر جائے تو یہ مذہب اختیار کر لے کہ دادا کی موجودگی میں بھائی وارث نہیں ہونگے۔

(الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہؒ ج۲ص۲۳۷)

صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانے میں چونکہ خوف خدا اور فکر آخرت کا غلبہ تھا۔ اس لئے اس وقت تقلیدِ مطلق میں کوئی برائی نہیں سمجھی گئی۔ اب چونکہ دیانت ختم اور نفسانیت

کا غلبہ ہے۔اس لئے علماء نے انتظامی مصلحت کی بناء پر یہ فتویٰ دیا کہ اب صرف تقلید شخصی جائز ہے اور آزاد تقلید (یعنی تقلید مطلق) کا طریقہ ترک کر دینا چاہئے۔اگر ہر شخص کو اختیار ہو کہ جس مسئلہ میں چاہے جس مجتہد کی تقلید کر لے تو مذکورہ بالا مثالوں کی طرح ایسے اقوال کا ایک مجموعہ تیار ہو جائے گا جو شیطان اور نفس کا مذہب ہوگا۔دین کا خواہشات کے تابع ہونا کسی کے ہاں جائز نہیں ہے۔ بلکہ فقہائے کرام تو اتنے محتاط تھے کہ وہ اپنے امام کے غیر مشہور اقوال پر بھی فتویٰ نہیں دیتے تھے۔کہ لوگوں میں تقویٰ کی کمی ہے اور مختلف مذاہب سے آسانیاں تلاش کر کے ان پر عمل کی خواہش رکھتے ہیں۔علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں۔

اور تمام شہروں میں تقلید ان ائمہ اربعہ میں محصور ہو گئی۔دوسرے ائمہ کے مقلدین ختم ہو گئے اور لوگوں نے (ان ائمہ سے) اختلاف کا دروازہ بند کر دیا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ علوم کی اصطلاحات پیچیدہ ہو کر پھیل گئی تھیں۔اور اس کی وجہ سے اجتہاد کے مرتبے تک پہنچنا سخت مشکل ہو گیا تھا......اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ اجتہاد نا اہلوں کے قبضہ میں نہ چلا جائے اور ایسے لوگ اسے استعمال نہ کرنے لگیں جن کی رائے اور دین پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔لہذا علماء نے اجتہاد سے عجز کا اعلان کر دیا اور لوگوں کو ان ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی طرف لوٹا دیا اور اس کو ممنوع کر دیا کہ ان ائمہ کی بدل بدل کر تقلید کی جائے۔ کیونکہ یہ طریقہ دین کے کھلونا بن جانے کا سبب ہو جاتا ہے۔

(مقدمہ ابن خلدون ص۴۴۸)

اور امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"بلا شبہ یہ چار مذہب جو مدوّن ہو کر تحریری شکل میں موجود ہیں۔ان کی تقلید کے جائز ہونے کا تمام امت کا اجماع ہے اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ پوشیدہ نہیں بالخصوص

اس زمانے میں جب کہ ہمتیں پست ہوچکی ہیں، خواہش پرستی لوگوں کی گھٹی میں پڑ گئی ہے اور ہر ایک صاحب رائے اپنی رائے پر گھمنڈ کرنے لگا ہے"

(حجة الله البالغه ج۱ص۱۵۴)

تقلید شخصی کی ایک بڑی مثال

تقلید شخصی کی ایک واضح مثال عہد عثمانیؓ میں جمع قرآن کا واقعہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہؓ قرآن کے سات لغات یا سات حروف میں سے صرف ایک حرف کو مخصوص کیا۔

(اس مسئلہ کی پوری تحقیق حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی کتاب علوم القرآن میں ملے گی)

اگر چہ ساتوں حروف قرآن ہی کے تھے اور جبرئیل امین کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے مطابق نازل ہوئے مگر جب قرآن مجید عجم میں پھیلا اور مختلف لغات میں پڑھنے سے تحریفِ قرآن کا خطرہ محسوس کیا گیا تو باجماع صحابہؓ مسلمانوں پر لازم کردیا گیا کہ صرف ایک ہی لغت یا حرف میں قرآن لکھا اور پڑھا جائے۔ انہوں نے اسی ایک حرف کے مطابق بہت سے نسخے لکھوا کر اطرافِ عالم میں بھجوائے اور آج تک پوری امت اسی کی پابند ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی دوسرے حروف حق نہیں تھے بلکہ انتظام دین اور حفاظت قرآن کی خاطر ایک لغت کو اختیار کیا گیا۔

(تفسیر معارف القرآن ص۳۳۵ ج۵ مع تفسیر یسیر)

اسی طرح ائمہ مجتہدین سب حق ہیں۔ اور تقلید شخصی بدعت نہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر امت کو کسی معاملہ میں کئی امور کا اختیار ملا ہو تو

زمانے کے فساد کے پیش نظر ان میں کسی ایک طریقے کو اختیار کر کے باقی طریقوں کو چھوڑ سکتی ہے اور تقلیدِ شخصی کے معاملہ میں اس سے کچھ زیادہ نہیں ہوا۔

ائمہ اربعہ کی خصوصیت

اب سوال یہ ہے کہ مجتہدین تو بہت سے گزرے ہیں مثلاً سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، اسحاق بن راہویہؒ، امام بخاریؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، ابن شبرمہؒ، حسن بن صالحؒ وغیرہ پھر ان چار اماموں کی کیا خصوصیت ہے، کسی بھی مجتہد کو تقلید کے لئے مقرر کر سکتے ہیں...... بات دراصل یہ ہے کہ ان حضرات کی تقلید نہ کرنے کی وجہ ایک مجبوری ہے اور وہ یہ کہ ان کے مذاہب مدوّن شکل میں محفوظ نہ رہ سکے اگر ان حضرات کے مذاہب بھی ائمہ اربعہ کے مذاہب کی طرح مدوّن و مرتب ہوتے تو بلاشبہ ان میں سے کسی ایک کو تقلید کے لئے اختیار کیا جا سکتا تھا۔ لیکن نہ تو ان حضرات کے مذاہب کی مفصل کتابیں مدوّن ہیں نہ ان کے مذاہب کے علماء پائے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی تقلید ناممکن بن گئی ہے۔ اگرچہ صحیح اعتقاد یہی ہے کہ یہ سب حضرات ائمہ ہدایت پر ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر طویل بحثیں کی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

ا......شریعت کو سمجھنے کے لئے اسلاف پر اعتماد کئے بغیر چارہ نہیں، لیکن سلف کے اقوال پر اعتماد اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب کہ وہ صحیح اور مشہور کتابوں میں مدوّن ہوں یا صحیح سند کے ساتھ ہم تک پہنچے ہوں۔ نیز بعد کے علماء نے ان کی تشریح و توضیح کی خدمت کی ہو۔ اگر ان اقوال میں کئی معانی کا احتمال ہو تو ان پر بحث کر کے راجح معنی کو معین و مقرر کیا گیا ہو۔

بعض مرتبہ کسی فقیہ کا قول بظاہر عام ہوتا ہے لیکن اس سے کوئی خاص صورت مراد ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس مذہب کے علماء نے ایسی صورتوں کو واضح کر دیا ہو اور اس کے احکام کی علتیں بھی بتا دی ہوں...... جب تک کسی مجتہد کے مذہب کے بارے میں ایسا کام نہ ہوا ہو۔ اس پر اعتماد کرنا درست نہیں اور یہ صفات ہمارے زمانے میں مذاہب اربعہ کے سوا کسی مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

۲...... نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم۔ یعنی سوادِ اعظم (علماء کی جماعت کثیر) کی پیروی کرو۔

جب ان چار مذاہب کے سوا دوسرے برحق مذہب نابود ہو گئے تو اب انہیں چار مذاہب کا اتباع سوادِ اعظم ہے۔

۳...... اگر مذاہب اربعہ سے باہر بھی کسی مجتہد کے قول پر فتویٰ دینے کی اجازت ہو جائے تو خواہشات نفس سے مغلوب علماء سوء اپنے کسی بھی فتویٰ کو سلف کے کسی مشہور عالم کی طرف منسوب کر دیں گے کہ یہ بات فلاں امام کے فلاں قول سے ثابت ہے۔ جس امام کے اقوال کی تشریح میں علماء حق کی ایک کثیر تعداد مصروف رہتی ہے اس کے مذہب پر عمل کرنے میں تو خطرہ نہیں۔ لیکن جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ کسی مجتہد کے اِکا دکا اقوال ملتے ہوں وہاں گمراہی کا سخت اندیشہ ہے (کیونکہ لوگ اس مجتہد کی بات کو غلط معنیٰ پہنا کر اس سے من مانے نتائج نکال لیں گے۔ (عقد الجید ص ۳۱ تا ۳۳ ماخوذ از...... عقیدہ اور عقیدت)

چار عدد میں ایک عجیب نکتہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سے نبی اور رسول بھیجے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے

کتابیں نازل فرمائی ہیں اس کو رسول کہتے ہیں جن میں چار بڑے اور مشہور رسول ہیں۔

ا......حضرت داوٗد علیہ السلام ۲...... حضرت موسیٰ علیہ السلام

۳......حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۴...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ چاروں رسول برحق ہیں لیکن ہم بات محمد ﷺ کی مانتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ وہ تینوں رسول نہیں تھے۔ اوران رسولوں پر اللہ تعالیٰ نے چار کتابیں نازل فرمائی ہیں۔

ا......زبور ۲......توراۃ ۳......انجیل ۴......قرآن مجید

یہ چاروں کتابیں برحق ہیں۔لیکن ہم قرآن مجید کے حکموں کو مانتے ہیں اسی طرح ہمارے نزدیک چاروں امام برحق ہیں لیکن ہم امام ابوحنیفہ ؒ کی تقلید کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقربین فرشتے بھی چار پیدا کیئے ہیں۔اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بڑی کتابیں بھی چار مشہور ہیں۔اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خلفاء بھی چار عطاء کیئے ہیں۔اور دنیا کی سمتیں بھی اللہ تعالیٰ نے چار بنائی ہیں۔اور دنیا میں اللہ تعالیٰ نے امام بھی چار پیدا کیئے ہیں اور مسلک بھی دنیا میں چار ہی ہیں۔

اس میں پانچواں مسلک کہاں سے آیا جو بعض باتوں میں قرآن کریم سے ہٹ چکا ہے اور حدیثوں سے بھی ہٹ چکا ہے اور خلفاء راشدین ؓ کی اتباع سے بھی ہٹ چکا ہے۔ اجماع صحابہ اور اجماع امت سے بھی ہٹ چکا ہے۔اور نام اپنا **اھلحدیث** رکھ لیا ہے۔ مسلک اہلحدیث میں علماء بھی ہیں لیکن انہوں نے بھی کوئی تحقیق اس مسلک کی نہیں کی بس آنکھیں بند کر کے اس مسلک کی تقلید کو قبول کرلیا حالانکہ یہ مسلک قرآن کریم کی بعض آیتوں سے ہٹا ہوا ہے۔اور خلفاء راشدین کی اتباع سے بھی ہٹ چکا ہے پھر بھی اس مسلک

کی تصدیق اور تقلید آنکھیں بند کر کے کیئے جا رہے ہیں۔

اور اماموں کے تقلید کرنے والے الحمدللہ قرآن کریم کی آیتیں جو خلفاء راشدینؓ کی تائید میں ہیں ان کو بھی مانتے ہیں اور خلفاء راشدین کی اتباع بھی کرتے ہیں اور اس کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اہلحدیث حضرات اماموں کی تقلید کرنے والوں کو گمراہ اور بے دین سمجھتے ہیں۔ یہ ضد اور ہٹ دھرمی نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

(غیر مقلدین کا اختلاف)

تقلید شخصی اور خواہش پرستی، ایک عجیب اعتراض کا مدلل جواب

بعض حضرات نے اس بات پر کہ تقلید شخصی سے خواہش پرستی کا دروازہ بند کرنا ہے پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "پاکستان میں اکثریت حضرات احناف کی ہے اور جتنے رقص و سرور کے کلب موجود ہیں ان کے منتظم حنفی حضرات ہیں۔ اگر تقلید شخصی ہوا پرستیوں کا علاج ہے تو آج ہوا پرستیوں کے یہ عمل جا بجا کیوں موجود ہیں"؟

اس کے جواب میں ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی کھلی نافرمانی کا عزم کر لیا اور گناہ کو گناہ سمجھنے کے باوجود خواہش پرستی کی وجہ سے ان کا مرتکب ہو رہا ہے اس کا علاج نہ تقلید میں ہے اور نہ ترک تقلید میں۔ یہاں یہ خواہش پرستی زیر بحث نہیں بلکہ گفتگو اس سنگین خواہش پرستی کی ہو رہی ہے۔ جس نے آج سود، شراب، قمار، بے پردگی اور دنیا بھر کے منکرات کو شرعی طور پر قرآن و سنت سے حلال ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے۔ آج پورا عالم اسلام اس تجدد اور اباحیت پسندی کی لپیٹ میں ہے جس نے اجتہاد اور آزادی فکر کے نام پر دین کو ختم

کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ یہ لوگ قرآن وحدیث کے حوالوں سے مضامین لکھتے ہیں۔ اورحرام وناجائز کوحلال اور جائز ثابت کرنے کے لئے علمی ادارے قائم کرر کھے ہیں۔ یہ سب حضرات تقلید شخصی کوحرام قراردے کرہی آگے بڑھے ہیں۔ان کا پہلا وار اس تقلید پر ہوا ہے جس نے اس قسم کے اجتہادات کا راستہ روک رکھا تھا۔اوران کوسب سے زیادہ مدد اسی پروپیگنڈے سے ملی ہے کہ ائمہ کی تقلید حرام اور شرک ہے اور اسلام نے تقلید کی بجائے آزادی فکر کا درس دیا ہے ان صاحبوں نے ہمارے ان اسلاف کی دوربین نگاہوں کی پوری پوری تصدیق کردی ہے جنہوں نے نفس پرستی کے سدِباب کے لئے تقلید شخصی کولازم کیا تھا۔ جب تک عالم اسلام میں تقلیدِ شخصی کا رواج تھا اس وقت تک دین کے قطعی احکام اور مسلّمہ مسائل کبھی ملحدین کی تحریف کا نشانہ نہیں بنے تھے۔لیکن جب سے یہ پروپیگنڈے شروع ہوا ہے کہ تقلید حرام وشرک ہے تو اجتہاد کے نام سے ہر شخص نے قرآن وسنت پر مشق ستم شروع کی ہے اوراس پروپیگنڈے کے بعد سے لے کر آج تک جتنے گمراہ اور ملحد فرقے سامنے آئے ہیں۔ان میں سے اکثر نے اپنی مشق کا آغاز اس خودرائی اور ترکِ تقلید سے کیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ بات اہلحدیث علماء کوبھی محسوس ہوئی ہے۔

چنانچہ مشہور اہلحدیث عالم مولانا قاضی عبدالواحد صاحب خانپوری اس خودرائی پر غصہ ہوکر تحریر کرتے ہیں۔

پس اس زمانے کے **جھوٹے اہلحدیث مبتدعین مخالف سلف صالحین** جوحقیقتِ **ما جاء الرسول** سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب ودہلیز کفر ونفاق کے تھے۔اور مدخل (دروازہ) ملاحدہ اور زنادقہ کے تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل

بدعتی اہلحدیث اس زمانے میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں۔ ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے مثل اہل تشیع کے الیٰ ان قال۔ مقصود یہ کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حسنینؓ کو غلو کے ساتھ تعریف کر کے، سلف کو ظالم کہہ کر گالی دے دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہلحدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے۔ تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہؒ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور پھر جس قدر کفر اعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ ایک ذرہ چین بچین بھی نہیں ہوتے۔ اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے۔ **سبحان اللہ تعالیٰ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ** اور سر (راز) اس کا یہ کہ وہ مذہب وعقائد اہل سنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف (یعنی سلف کو حقیر سمجھ کر ان کی اتباع سے روگردانی کرنے والے) متکبر ہو گئے ہیں۔ **فافہم و تدبر الیٰ ان قال** ۔ پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہی کے باب اور دہلیز اور مدخل ہونا اختیار کیا۔ اور جماعاتِ کثیرہ کو ایمان سے مرتد اور منافق بنایا۔ اور جب زنادقہ چکڑالویہ نکلے تو بھی انہی کے دہلیز و دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو ان سے مرتد بنایا اور جب یہ خاتمۃ الملحدین نکلا تو بھی انہی جہال اہلحدیث کے باب اور دہلیز سے داخل ہو کر جو کچھ کیا یعنی پہلے اس نے سدِ متین اور حصنِ حصینِ اسلام کہ اجماع امت مرحومہ اور اتباع سلف صالحین ہے کہ خیر القرون ہیں اس کو توڑا۔ پھر اسلام میں کفر و نفاق کو داخل کیا اور تحریفِ کلامِ الٰہی وقرآن مجید کی۔ مذاہب ملاحدہ زنادقہ کی طرح ایسی کی کہ یہودیوں سے بھی بڑھ گیا اور الحادِ جہمیہ اور نیچریہ اور کفریات فلاسفہ دہریہ کو اسلام میں بذریعہ مکر و فریب اور تحریف کے

داخل کیا الخ بلفظہ۔

(کتا ب التوحید و السنۃ فی رداھل الحا د و البدعۃ ص۲۶۲، ۲۶۳)

اسی طرح مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالویؒ اپنے پچیس سالہ تجربے کے بعد فرماتے ہیں کہ پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر و ارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہِ اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترکِ مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں۔

(اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ ج ۱)

تقلید کے درجات

تقلید کی حقیقت اور تقلیدِ شخصی کا ضروری ہونا تو ثابت ہو چکا۔ اب ایک ضروری بات یہ ہے کہ فقہاء نے تقلید کرنے والوں کے کچھ درجات کی تشریح کی ہے۔

پہلا درجہ عوام کی تقلید

پہلا درجہ عوام کی تقلید کا ہے۔ عوام سے مراد مندرجہ ذیل اقسام کے حضرات ہیں۔

الف......وہ حضرات جو عربی زبان نہ جاننے والے، اسلامی علوم سے بالکل ناواقف، خواہ دوسرے علوم وفنون میں بہت ماہر اور تعلیم یافتہ ہوں۔

ب......ایسے لوگ جو عربی جانتے ہوں اور عربی کتابیں پڑھ سکتے ہوں لیکن تفسیر

حدیث وفقہ وغیرہ علوم باقاعدہ اساتذہ سے نہ پڑھے ہوں۔

ج......ایسے حضرات جو رسمی طور پر اسلامی علوم سے فارغ التحصیل ہوں لیکن علوم دین کے اصولوں میں اچھی استعداد اور بصیرت سے عاری ہوں۔

یہ سب لوگ عوام میں داخل ہیں۔اس قسم کے لوگوں کے لئے تقلیدِ محض کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ یہ لوگ براہ راست کتاب وسنت کو نہیں سمجھتے۔اور نہ احکام کے دلائل میں تطبیق وترجیح کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔تو وہ کسی امام کا دامن ضرور پکڑیں گے۔

دوسرا درجہ، متبحر عالم کی تقلید

دوسرا درجہ، متبحر عالم کی تقلید کا ہے ایسا آدمی جو کہ درجہ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو اگرچہ اسلامی علوم کو ماہر اساتذہ سے حاصل کر کے عرصہ دراز تک ان کا درس وتدریس اور تصنیف کی خدمت میں فقہاء کے زیر نگرانی مشغول رہا ہو۔اس قسم کا عالم مذہب کے دلائل سے بھی واقف ہوتا ہے۔اور بحیثیت مفتی اپنے مذہب کے مختلف اقوال میں سے اپنے زمانے اور عرف کے مطابق، کسی ایک قول کو اختیار کرنے یا مذہب کی تشریح کرنے کا اہل ہوتا ہے۔

تیسرا درجہ، مجتہد فی المذہب کی تقلید

تیسرا درجہ، مجتہد فی المذہب کی تقلید ہے۔یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو استدلال اور استنباط کے بنیادی اصولوں میں کسی مجتہد مطلق کے پیروکار ہوتے ہیں۔لیکن جزوی مسائل کو براہ راست قرآن وسنت اور آثارِ صحابہؓ سے اخذ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ایسے حضرات اپنے امام سے فروعی احکام میں اختلاف رکھ سکتے ہیں۔لیکن اصولاً وہ مقلد ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً فقہ حنفی میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ۔

(بعض علماء کے نزدیک امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ وامام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ اجتہاد مطلق کے منصب پر فائز ہیں۔ انہوں نے اصولوں میں بھی اپنے استاد سے اختلاف کیا۔ چونکہ قواعد اور اصول بہ نسبت فروع وجزئیات کے قلیل ہیں۔ اس لئے اصول میں اختلاف اتنا نمایاں نہ ہو سکا جتنا کہ فروع میں ہوا۔ تقریباً ان حضرات کا اختلاف حضرت امامؒ سے ایسا ہے جیسا کہ خود امامؒ کا اختلاف اپنے استاد حضرت حمادؒ یا اس کا استاد حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ہے۔ جیسا کہ بعض اہل تحقیق نے ذکر کیا) فقہ شافعیؒ میں امام مزنیؒ اور امام ابوثورؒ، فقہ مالکی میں ابن القاسمؒ اور فقہ حنبلی میں ابراہیم الحربیؒ وغیرہ۔

(عقیدہ اور عقیدت)

علامہ ابن عابدین شامیؒ ان حضرات کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الثا نية طبقة المجتهدين فى المذهب كا بى يو سفؒ و محمدؒ و سائرا صحاب ابى حنيفة القادرين على استخرا ج الا حكام عن الا دلة المذ كورة الى آخره. (شرح عقود رسم المفتی ، لا بن عابد ین ص۴)

فقہاء کا دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب ہے۔ مثلاً امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، اور امام ابوحنیفہؒ کے دوسرے اصحاب جو مذکورہ دلائل (یعنی قرآن وسنت اور اجماع وقیاس) سے ان قواعد کے مطابق احکام مستنبط کرنے پر قادر ہوتے ہیں جو ان کے استاذ نے مقرر کیئے ہوں، اسلئے کہ ان حضرات نے اگرچہ اپنے امام سے بہت سے فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ لیکن قواعدِ اصول میں وہ اپنے امام کے مقلد ہیں۔

لہذا مجتہد فی المذہب اصول کے لحاظ سے مقلد اور فروع کے لحاظ سے مجتہد ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ نے حنفی ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ

سے بے شمار فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے۔

چوتھا درجہ، مجتہد مطلق کی تقلید

آخری درجہ مجتہد مطلق کا ہے۔ وہ شخص جس میں تمام شرائط اجتہاد پائی جاتی ہوں وہ اپنے علم وفہم کے ذریعے اصولِ استدلال بھی خود قرآن وسنت سے اخذ کرنے پر قادر ہو اوران اصول کے تحت تمام احکامِ شریعت کو قرآن کریم سے مستنبط بھی کرسکتا ہو۔ جیسے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ وغیرہ۔ یہ حضرات اگرچہ اصول وفروع دونوں میں مجتہد ہوئے ہیں لیکن ایک طرح کی تقلید ان کو بھی کرنی پڑتی ہے۔ جن مسائل میں قرآن وسنت میں کوئی تصریح نہیں ہوتی وہاں یہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ قیاس اور خالصۃً اپنی رائے کی بجائے صحابہؓ یا تابعینؒ کے کسی قول کی تقلید کریں۔

بہرکیف جس طرح عام آدمی نے اپنے ملک کا قانون براہ راست نہیں سمجھ سکتا اور کسی ماہر قانون کا مشورہ لیتا ہے اسی طرح عام لوگوں کو اپنے امام کی تقلید ضروری ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر کہیں کسی حدیث کو فقہ سے متعارض پائیں کیونکہ وہ احادیث کی تطبیق کو نہیں سمجھتے۔

تقلید جامد کی مذمت

ا......ایک ضروری بات یہ ہے کہ شریعت کے احکام میں خودرائی اور تقلید کی مخالفت قبیح ہے اسی طرح تقلید میں جمود اور مبالغہ بھی بُرا ہے اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً ائمہ مجتہدین کو (نعوذ باللہ) شارع یا انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم سمجھنا۔

۲......کسی صحیح حدیث پر صرف اس لئے عمل نہ کرنا کہ اس بارے میں ہمارے امام سے کوئی حکم ثابت نہیں۔ (مثلاً تشہد میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہتے وقت شہادت کی

انگلی سے اشارہ کرنا) بہت سی احادیث سے ثابت ہے لیکن بعض لوگوں نے اس سنت سے محض اس بناء پرانکار کر دیا کہ امام ابوحنیفہؒ سے اس کے بارے میں کوئی قول منقول نہیں (یہ بعض لوگوں کے زعم کے مطابق لکھا گیا ہے ورنہ اس مسئلے میں امام اعظمؒ کا قول موجود ہے)۔ دیکھئے۔......رفع التردد فی عقد الا صابع عند التشہد للعلا مہ ابن عابدینؒ)

۳......کسی متبحر عالم کو یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہے اور حدیث کے مقابل کوئی دلیل نہیں ۔ پھر بھی حدیث کو قابل عمل نہ سمجھنا یہ بھی تقلید جامد میں شامل ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا کہ امام کا قول حدیث کے خلاف ہے اور اس پر اس سے بڑھ کر قوی دلیل موجود نہیں بڑا دشوار امر ہے ۔اور یہی منزلۃ الا قدام میں سے ہے خصوصاً آج کل جب کہ نفسانی خواہشات کا زور ہے اور اکثر لوگ دین سے متعلق چند اردو کے رسالے پڑھ کر زیادہ سے زیادہ قرآن وحدیث کے چھپے ہوئے ترجمے دیکھ کر اپنے آپ کو اس بات کا حق دار سمجھنے لگ گئے اور مسائل میں مجتہدانہ انداز میں رائے زنی کر کے اس صحیح حدیث کے مصداق بن گئے ہیں کہ "ضلوا و اضلوا " وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے علماء کرام کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کے لئے بھی چند معقول شرائط مقرر کی ہیں ۔تا کہ دین نفس پرستوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر نہ رہ جائے وہ شرائط یہ ہیں۔

الف......وہ عالم ایسا شخص ہو جو اگر چہ رتبہ اجتہاد تک نہیں پہنچا ہو لیکن اسلامی علوم کو باقاعدہ ماہر اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد علوم کی تدریس وتصنیف کی خدمت میں اکابر علماء کی زیر نگرانی عرصہ دراز تک مشغول رہا ہو۔ تفسیر، حدیث، فقہ ان کے اصول اسے مستحضر ہوں اور کسی کی تحقیق میں اسلاف کے افادات سے بخوبی فائدہ اٹھا سکتا ہو۔ اوران

کے طرز تصنیف واستدلال سے مزاج شناس ہونے کی بناء پر ان کی صحیح مراد تک پہنچ سکتا ہو۔

(ایسا عالم مذہب کے مختلف اقوال میں سے اپنے زمانے عرف کے مطابق ایک قول کو اختیار کرے یا مذہب کی تشریح کرنے کا اہل ہوتا ہے نیز جن مسائل کی تصریح کتب مذہب میں نہیں ہے ان کا جواب مذہب کے اصول وقواعد سے نکالنے کا جواز بھی اس کو حاصل ہے)

ب......جس حدیث کی بناء پر وہ امام کا قول ترک کر رہا ہو اس کے بارے میں یہ اطمینان ہو کہ وہ علماء حدیث کے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ بعض اوقات کسی حدیث کی تصحیح میں مجتہدین کا اختلاف ہوتا ہے جو حضرات اسے صحیح سمجھتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور جو حضرات اسے ضعیف سمجھتے ہیں اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر مجتہد نے اس حدیث کو چھوڑا تو ضعیف قرار دے کر چھوڑا ہے۔

ج......اس حدیث کے معارض کوئی آیت قرآنی یا کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو۔

د......اس حدیث کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہو اور اس کا کوئی دوسرا اطمینان بخش مطلب نہ نکل سکتا ہو کیونکہ بسا اوقات ایک حدیث میں کئی معنی کا احتمال ہوتا ہے۔ مجتہد اپنی بصیرتِ اجتہاد سے اس کے ایک معنی کو متعین کر دیتا ہے۔ اور اس کے مذہب کو حدیث کے مخالف نہیں کہا جا سکتا۔

ہ...... پانچویں بات یہ بھی ضروری ہے کہ اس طرح حدیث کی بناء پر جو قول اختیار کیا جائے وہ ائمہ اربعہ کے اجماع کے خلاف نہ ہو۔

۴......واضح احادیث کو توڑ مروڑ کر اپنے مذہب کے مطابق بنانے کے لئے ایسی

عجیب وغریب تاویلات کرنا جس پر اپنے دل میں بھی شک وشبہ ہو۔

۵......یہ سمجھنا کہ صرف میرے امام کا مسلک حق ہے۔ اور دوسرے مذاہب (نعوذ باللہ) باطل ہیں یہ بھی تقلیدِ جامد یا تقلید میں غلو ہے۔

۶......بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں ائمہ کے درمیان صرف افضل اور غیر افضل کا اختلاف ہے، حلال وحرام کا اختلاف نہیں......مثلاً آمین آہستہ کہی جائے یا زور سے......رکوع کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں یا نہیں......ہاتھ سینے پر باندھا جائے یا ناف پر یہ سب طریقے جائز ہیں۔ اختلاف محض افضل میں ہے۔ ان اختلافات کو حلال، حرام کی حد تک پہنچا کر امت میں انتشار پیدا کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

۷......جہاں ائمہ میں جائز وناجائز کا اختلاف ہے وہاں بھی اختلاف کو علمی حدود کی حد تک رکھنا ضروری ہے اسے جنگ و جدل کا ذریعہ بنانا، ایک دوسرے کے خلاف بدزبانی، عیب جوئی اور بدگمانی کسی امام کے مذہب میں جائز نہیں۔

متشدّدین کی خدمت میں گزارش

مسئلہ تقلید پر جو کچھ نقل کیا گیا اس کا مقصد صرف امت مسلمہ کی اکثریت کا نقطہ نظر واضح کرنا تھا۔ بعض حضرات جب توحید وشرک پر کوئی کتاب لکھنے بیٹھتے ہیں تو بعض فروعی مسائل جیسے توسل اور تقلید ائمہ متبوعین وغیرہ میں اختلاف کو کفر اور اسلام کا اختلاف بنا کر اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار اور مشرکین کی صف میں لا کھڑا کر دیتے ہیں۔ بہرحال اگر کسی کو اس نقطہ نظر سے اختلاف ہو تو وہ اپنے موقف پر قائم رہے لیکن ائمہ مجتہدین پر شریعت سازی یا مقلدین پر کفر وشرک کے الزامات عائد کرنا نہایت ہی خطرناک طرزِ عمل ہے جس سے اللہ

کی پناہ مانگنی چاہئے ...... مسلمانوں کی شان وشوکت اور ہیبت وعظمت کو ہمیشہ آپس کی خانہ جنگی نے تباہ کیا ہے۔ اور فروعی مسائل پر لڑائیوں سے ہمیشہ اسلام دشمن لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے...... متشدد غیر مقلدین کے لئے مشہور اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خان کی تحریر مشعل راہ ہے۔

ایک منت خدا کی مجھ پر یہ ہے کہ میں فقط جماعت اہل سنت کو فرقہ ناجیہ جانتا ہوں۔ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی، یا ظاہری یا اہلحدیث، یا اہل سلوک اور کسی کے حق میں، ان میں سے گمان بدنہیں رکھتا۔ اگرچہ مجھ کو یہ بات معلوم ہے کہ ہر گروہ کے اندر ان میں سے کچھ مسائل خلافِ دلائل بھی ہیں اور بعض موافق نصوص۔ بعض فتاویٰ ان کے صحیح اور بعض ضعیف یا مردود ہیں۔ اس لئے حکم اکثر کو ہے نہ اقل کو...... اور ائمہ سلف سے جو عمل بعض احادیث میں متروک ہو گیا ہے اس کے بیس عذر ہیں جو کتاب **جلب المنفعت** میں لکھے گئے ہیں۔ (ترک احادیث کے اعذار کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا رسالہ **رفع الملام** بھی قابل دید ہے) ائمہ سلف پر طعن مخالفت سنت کا کرنا انصاف کا خون بہانا ہے۔ ہاں جو مقلد ان کے بعد وضوح دلیل کتاب وسنت کے تقلید رائے بحت پر جامد ہیں ان کو خاطی سمجھتا ہوں لیکن گمراہ بحت نہیں جانتا، نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتا ہوں نہ معاذ اللہ ان کو کافر کہوں۔

مسائل وعبادات ومعاملات میں اختلافِ اہل علم مکفر نہیں ہوتا ہے۔ **غایۃ ما فی الباب** یہ ہے کہ خطاء فی الاجتہاد یا خطاء فی الفہم ہوتی ہے۔ جس کو علماء پہچانتے ہیں۔ اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اگر قائل وفاعل اس خطاء کا اپنے قصد میں مخلص غیر متعصب تھا اور کسی وجہ قوی سے شبہ میں گرفتار ہو گیا تو وہ خطاء اس کی معاف ہو جاوے۔ اور اگر جمود اس

خطا پر عمداً براہ نفاق وشقاق خدا اور رسول ﷺ کے ہے تو محل نہایت کا اندیشہ ہے۔لیکن کسی مسلمان راجی وخائف کی نسبت ایسی بدگمانی کرنا کچھ ضروری نہیں ہے۔

نحن نحکم با لظواھر واللہ اعلم با لسرائر۔

(القاء المنن با لقاء المحن بحوالہ ماہنامہ فاران مئی ۱۹۶۳/ماخوذ از......عقیدہ اور عقیدت)

اہلحدیثوں کا حال اور ان سے ضروری سوالات

غیر مقلدوں میں جو جاہل طبقہ ہے ان سے تو کیا خطاب کیا جائے، ان میں جو اہل علم ہیں اگر چہ تھوڑے سے ہیں وہ اس پر غور کریں کہ آپ لوگوں کی افترا پردازی سے احناف پر کچھ اثر نہیں ہوگا ہاں آپس میں افتراق کی خلیج وسیع ہوتی رہے گی۔

(حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری)

مدینہ منورہ صدیوں سے چاروں اماموں کے مقلدین چلے آ رہے ہیں اور دنیا میں موجود ہیں۔ یہ حضرات کتب حدیث کے راوی بھی تھے اور شارح بھی تھے۔

تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ایک فرقہ نکلا ہے جس نے ان چار اماموں سے علیحدہ اپنی جماعت بنائی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صحیح مسلمان ہیں اور ہمارے علاوہ سب مشرک ہیں۔ چونکہ یہ لوگ تقلید کو شرک کہتے ہیں اس لئے ان کے اصول کے مطابق تمام شراح حدیث اور رواۃ کتب حدیث مشرک ہیں۔ ان کی دودھاری تلوار سے نہ امام نووی بچے نہ حافظ ابن حجر، نہ شیخ ابن دقیق العید، نہ شارح مؤطا ابوالولید الباجی، نہ زرقانی، نہ حافظ ابن رجب، نہ علامہ سخاوی، نہ جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ ان حضرات پر شرک کا لیبل بھی چسپاں کرتے ہیں پھر اپنے قرار دئے گئے ان مشرکین سے روایت حدیث بھی نقل کرتے ہیں، ان کی شروح

سے حدیث کی شرح بھی نقل کرتے ہیں۔ان کی وہی مثال ہے کہ جس برتن میں کھاتے ہیں اس میں سوراخ کرتے ہیں۔ یہ مقلدین کو صرف مشرک ہی نہیں، بلکہ جہنمی قرار دیتے ہیں۔

مشہور اہلحدیث عبدالقادر حصاروی تحریر کرتے ہیں کہ:

حق مذہب اہلحدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں۔ (آگے چل کر لکھتے ہیں) سچا اور ناجیہ مذہب اہلحدیث ہے۔باقی سب جہنمی ہیں۔

دیکھو! کیسی بے دردی سے تمام محدثین، شارحین اور رواۃ حدیث کو جہنم میں پہنچادیا اور اپنے لئے جنت الاٹ کرلی۔ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

اہلحدیث نام انگریزوں سے الاٹ کرا کے رکھا ہے

خود امت مسلمہ سے اپنے اقرار سے خارج ہیں کیونکہ انگریزوں سے الاٹ کراکے اپنا نام اہلحدیث رکھ لیا ہے۔ جب کہ قرآن وحدیث میں کسی جگہ امت مسلمہ کے لئے یہ نام استعمال نہیں ہوا۔سورۂ حج کے آخری رکوع میں فرمایا ہے ھوسما کم المسلمین من قبل وفی ھذا جس میں صاف تصریح ہے کہ فخر دوعالم، خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی امت کا نام المسلمون ہے یہ الگ ہٹ جانا اور اپنا نیا نام رکھ لینا کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ انہوں نے اپنے جماعت کو مسلمین سے علیحدہ کرلیا ہے؟ عجیب بات ہے کہ جو عامۃ المسلمین سے علیحدہ ہو جائے وہ جنتی ہو اور جو حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کے طریقے پر ہو وہ جہنمی ہو جائے؟

اہلحدیث علوم عالیہ اور علوم آلیہ دونوں سے جاہل ہیں

غیر مقلدوں کی پوری حقیقت نواب صدیق حسن خان صاحب نے (جو خود بھی

غیر مقلد تھے) اپنی ایک کتاب میں واضح فرمائی ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"اس زمانے میں ایک شہرت پسند اور ریا کار فرقے نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے۔ حالانکہ اہل علم وعمل اور اہل عرفان سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ فرقہ ان "علوم آلیہ" سے جاہل ہے جن کی واقفیت طالبِ حدیث کے لئے ایک فن کی تکمیل میں نہایت ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ ان "علوم عالیہ" سے بھی جاہل ہے جن کے بغیر سنت پر چلنے کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً صرف، نحو، لغت، معانی، بیان وغیرہ چہ جائیکہ دوسرے کمالات ان میں پائے جائیں اور ان کے سارے کا سارا اتباع حدیث فقط یہ ہے کہ یہ اس خلاف کے لئے پھرتے ہیں جو ائمہ، مجتہدین اور محدثین کے درمیان عبادات کے اندر واقع ہوا ہے۔ نہ کہ ارتفاقات کے اندر، اسی میں سے ایک کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی لئے یہ لوگ اس باب میں ائمہ حدیث کے بارے میں حدیث کی سمجھ بوجھ سے ناواقف ہیں۔

اہلحدیث باتیں تو خیر البریہ ﷺ کی کرتے ہیں لیکن خود شر البریہ (مخلوق سے بدتر) ہیں

ایسے ہی یہ سنن اور اصحابِ سنن کے اسلوب اور طریقے کے مطابق کسی ایک مسئلے کے استخراج اور کسی ایک حکم کے استنباط پر بھی قادر نہیں ہیں۔ اور انہیں اس کی توفیق بھی کیسے ہو کہ یہ حدیث پر عمل کرنے کے بجائے زبانی جمع خرچ اور سنت کی اتباع کے بجائے شیطانی

تسویلات پر اکتفاء کرتے ہیں" اور پھر اس کے اصل دین ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ ان میں سے ہر ایک کی عادت ہے، امیر ہو یا غریب، تندرست ہو یا بیمار، میں نے ان کو بارہا آزمایا لیکن میں نے ان میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا جس میں صالحین کے طریقے پر چلنے کی کوئی رغبت ہو یا وہ اہل ایمان کی سیرت کے مطابق چلتا ہو، بلکہ میں نے تو ان میں سے ہر ایک کو کمینی دنیا میں منہمک اور اس کی ردی ساز وسامان میں مستغرق، جاہ ومال کو جمع کرنے والا، حلال وحرام کی تمیز کے بغیر مال کی لالچ رکھنے والا پایا۔ اسلام کی مٹھاس سے خالی الذہن اور عام مسلمانوں کی نسبت شریر کمینے لوگوں کی طرح بہت سنگ دل پایا۔ اور وہ قوم فلاح پائے بھی تو کیسے؟ جس کا قول فعل کے اور فعل قول کے مخالف ہو...... باتیں تو "خیر البریۃ " (علیہ الصلوۃ والسلام) کی کرتے ہیں لیکن خود "شر البریۃ " (مخلوق سے بدتر) ہیں۔

نواب صاحب چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

"بخدا یہ امر انتہائی تعجب وتحیر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے ہیں اور اپنے علاوہ سب مسلمانوں کو مشرک، بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں۔ مقصد یہ کہ یہ ایسے لوگ ہیں "جن کا دیکھنا آنکھوں کی چبھن، گلوں کی گھٹن، جانوں کے کرب ودکھ، روحوں کے بخار، سینوں کا غم اور دلوں کی بیماری کا باعث ہے۔ اگر تم ان سے انصاف کی بات کرو تو ان کی طبعیتیں انصاف قبول نہیں کریں گی"

اصل عربی کتاب کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب ان لوگوں کے کردار سے کس قدر پریشان تھے، نواب صاحب ان سے تنگ آکر لوگوں کے سامنے ان کا

کچا چٹھا کھول دیا اور اپنی انتہائی کرب و بے چینی کا اظہار کر دیا۔ سچ ہے:" گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے"

نواب صاحب نے غیر مقلدوں کے بارے میں جو کچھ لکھا اگر اس کا تہائی، چوتھائی بھی حنفیہ کے بارے میں لکھ دیتے تو غیر مقلدوں کے گھی کے چراغ جل جاتے اور وہ خوب بغلیں بجاتے اور پھولے نہ سماتے۔

حقیقت میں یہ غیر مقلدین نہیں بلکہ مقلدوں کے مقلدین ہیں

غیر مقلدوں کی طرف سے طرح طرح کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، جن سوالات کو سامنے رکھ کر وہ عوام کو اپنا بنانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے جوابات بارہا دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن وہ بھولے بھالے عوام کو بہکانے سے باز نہیں آتے جو امور کتاب وسنت میں غیر منصوص ہیں اس کے بارے میں حضرات ائمہ کرام نے اپنے اجتہاد و استنباط سے جو مسائل بتائے ہیں ان کے بارے میں غیر مقلد عوام کو کہتے ہیں کہ یہ حدیث کے خلاف ہیں۔ یہ لوگ مخالفت حدیث کے معنیٰ بھی نہیں سمجھتے۔ کوئی حدیث ہوتی تب تو مخالفت ہوتی۔ جب حدیث بعض امور کے بارے میں موجود ہی نہیں تو مخالفت کیسے لازم آئی؟

اب دور حاضر میں بے شمار مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ جن کے بارے میں کتاب وسنت میں واضح طور پر تذکرہ نہیں ہے اور غیر مقلدین بھی ان کے بارے میں مجبور ہو رہے ہیں کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کا قول لیں، ان کے علماء کے پاس حنفی مذہب کے مفتی حضرات کی کتابیں موجود ہیں۔ چپکے سے ان میں مسائل دیکھ کر فتویٰ دیتے ہیں اور اس موقع پر یہ لوگ مقلدوں کے مقلد ہو جاتے ہیں۔

مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا، روزے میں انجکشن لگانا، خون یا گلوکوز چڑھانا، ایل سی کے ذریعے مال منگوانا، بینکوں میں تینوں قسم کے اکاؤنٹوں میں سے کسی میں رقم رکھنا، اعضائے انسانی سے جسم انسانی کی پیوند کاری کرنا، کسی کا پھیپھڑا یا آنکھ دوسرے میں لگا دینا، اختلاف مطالع کی وجہ سے رؤیت کا مختلف ہونا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسے امور ہیں جن کا حکم شرعی امت کو جاننے کی ضرورت ہے۔ حضرات حنفیہ ان امور کے بارے میں جو حکم بتاتے ہیں ان سے غیر مقلدین موافق ہیں تو کس دلیل سے، اور مخالف ہیں تو کس دلیل سے؟ غیر مقلدین قیاس کو شیطان کا کام بتاتے ہیں پھر غیر منصوص میں قیاس ہی کے قول کو لے لیجئے، کئی بار خود قیاس کر لیتے ہیں۔

اہلحدیث عام مسلمانوں کے بھی اور حضرات صحابہ کرامؓ کے بھی مخالف ہیں

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ چوتھی صدی ہجری تک لوگ کسی امام کے مقلد نہ تھے بعد میں سلسلہ تقلید جاری ہوا......ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ نے مقلدین کی عمر تو ایک ہزار سال بتا ہی دی یہ اقرار آپ کو مبارک ہو آپ اپنی عمر بھی تو بتائیے کتنی ہے؟ آپ نہیں بتاتے تو نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب میں بتا گئے ہیں جن کی عبارت ابھی ابھی ہم پیش کر چکے ہیں......اور یہ بھی بتائیں کہ جب امت مسلمہ کا اجماع تقلید پر ہو گیا تو آپ لوگ مؤمنین کی جماعت سے کیوں نکل گئے؟ جماعت مسلمین سے خارج ہونے کی جو سزا سورہ نساء کی آیت کے آخر میں مذکور ہے اس کے بارے میں آپ غور کر لیں کہیں آپ اس کے مستوجب تو نہیں ہوئے؟

اگر غیر مقلدین کہیں کہ آیت کریمہ میں المؤمنین سے عامۃ المسلمین مراد نہیں بلکہ حضرات صحابہ کرامؓ مراد ہیں تو عرض یہ ہے کہ آپ تو حضرات صحابہ کرامؓ کے بھی مخالف ہیں ۔ دیکھئے حضرت عمرؓ نے رمضان المبارک میں ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھنے کے لئے سب کو جمع فرمایا اور جتنے بھی صحابہ تھے ان سب نے حضرت عمرؓ سے اتفاق کر کے بیس رکعت تراویح پڑھنا شروع کیا۔ ہم تو کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کسی ایسی دلیل پر عمل کرتے ہوئے بیس تراویح کا سلسلہ جاری فرمایا جو ان کو معلوم تھی ۔ اسی لئے حضرات صحابہ کرامؓ نے ان سے موافقت فرمائی پھر وہ خلفائے راشدین میں سے تھے جن کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین** ،لیکن غیر مقلد کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے بدعت جاری کی اور اس اعتبار سے اس زمانے کے سب صحابہؓ بدعتی ہو گئے۔ (العیاذ باللہ)

واضح طور پر معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا فرقہ غیر سبیل المؤمنین کا متبع ہے اور اسی لئے انہوں نے اپنا نام بھی مسلمانوں سے علیحدہ کر لیا۔ غیر مقلدین جو حنفی مذہب کے خلاف عوام کو ورغلانے کے لئے کچھ اشتہارات یا پمفلٹ شائع کرتے رہتے ہیں ۔ یہ لوگ عوام میں اپنے سوالات اور اعتراضات پھیلاتے ہیں ۔ خیال ہوا کہ ہمیشہ ہم ہی جواب دینے والے کیوں بنیں ۔ اب ہم سوال کرتے ہیں، غیر مقلدین ان سوالوں کے جوابات صحیح اور صریح احادیث سے دیں جو بھی حدیث پیش کریں غیر معلل ہو، شاذ نہ ہو، **مضطرب السند والمتن** بھی نہ ہو۔ اور اس کے مقابل دوسری کوئی ایسی حدیث نہ ہو جس سے دوسرے فریق نے استدلال کیا ہو۔

اہلحدیث حضرات سے پندرہ سوالات

ا......نماز میں جہر سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں، (امام دارقطنی والا واقعہ، یاد رہے کہ جب انہوں نے اس موضوع پر رسالہ لکھا تو ایک امیر نے انہیں قسم دلائی کہ کیا اس میں کوئی صحیح حدیث ہے؟ تو وہ قسم نہ کھا سکے۔(کما فی نصب الرایۃ)

۲......سورہ فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کا صحیح اور مرفوع حدیث سے ثبوت دیں اور جہری نمازوں میں بسم اللہ جہر سے پڑھنا ثابت کریں۔

۳......آمین بالجہر کی صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں۔ جس میں کسی قسم کا کسی محدث نے کلام نہ کیا ہو اور وہ کسی آیت یا حدیث کی معارض نہ ہو، اور اس میں لفظ جہر بالتصریح مذکور ہو اور یہ مذکور ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری حیات تک اسی طرح جہرا بسم اللہ کے ساتھ نماز پڑھائی تھی۔

۴......ایک شخص ایسے وقت نماز میں شریک ہوا جب کہ امام سورہ فاتحہ کی چھ آیتیں پڑھ چکا تھا۔ سوال یہ ہے کہ مقتدی سورۃ فاتحہ کب پڑھے؟ خصوصاً جب کہ امام ایسا شخص ہو جو سورہ فاتحہ کے بعد سکتہ بھی نہیں کرتا ہو...... پھر یہ سوال ہے کہ یہ شخص امام کے ساتھ آمین کہے یا نہ کہے۔ اگر امام کے ساتھ آمین کہے تو پھر اپنی فاتحہ ختم کر کے آمین کہے یا نہ کہے۔ اگر دونوں بار آمین کہے تو ایک رکعت میں دو بار آمین کہنا لازم آتا ہے۔ کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے جواب دیں۔

۵......کسی مرفوع، صحیح، صریح حدیث سے نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا ثابت کریں۔
یاد رہے کہ حدیث ابن خزیمہ کو کسی شافعی مصنف (ابن حجرؒ وغیرہ) کی تقلید میں صحیح نہ کہیں کیونکہ اس کی سند میں مومل بن اسماعیل راوی ہے، جو ضعیف ہے۔

۶......قرآن مجید میں جو فاستمعوا لہ و انصتوا کا حکم ہے اور حدیث میں واذا قرء فانصتوا آیا ہے ان کی وجہ سے غیر مقلدوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے ایک آیت پڑھتا چلے ......یا یہ تجویز کیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد امام خاموش ہو جائے تا کہ اس سکتے میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لے۔ ان دونوں باتوں کا ثبوت صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے دیں۔ یاد رہے کہ احادیث شریفہ میں سکتے کا ذکر ہے لیکن ان میں سکتے کی مقدار مذکورہ نہیں ہے، یہ کسی حدیث میں نہیں کہ اتنی دیر ٹھہرے کہ مقتدی پیچھے سے سورۃ فاتحہ پڑھ سکے۔ اور نہ یہ تصریح ہے کہ یہ سکتہ مقتدیوں کے فاتحہ پڑھنے کے لئے ہے۔ اپنے پاس سے کوئی تجویز کر کے شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ کا مصداق نہ بنیں، پھر یہ سکتہ سنت ہے یا واجب ہے؟ اگر واجب ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟ اور اگر غیر واجب ہے تو امام اس غیر واجب کا مامور کیوں ہے؟ اگر وہ مامور نہیں اور بلا سکتے کے دوسری سورت شروع کر دے تو غیر مقلدین کس وقت فاتحہ پڑھیں گے؟

یاد رہے کہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ یا اور کوئی سورت پڑھنا فرض نہیں۔ ان دونوں حضرات کو حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب معلوم تھی پھر بھی امام ابوحنیفہؒ کی موافقت کی، سچے دل سے بتائیں کہ ان دونوں حضرات کو طعن و تشنیع کا ہدف کیوں نہیں بنایا جاتا؟ امام ابوحنیفہؒ نے ایسا کونسا ادھار لے کر کھا رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں مخالف حدیث

بتا کران ہی کا نام اچھالا جاتا ہے۔غور کر کے بتائیں، ہم کچھ کہیں گے تو شکایت ہوگی۔

۷......امام تشہد، درود شریف اور دعاء سے فارغ ہو چکا۔اور مقتدی ابھی فارغ نہیں ہوا تو کیا مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیر دے یا مذکورہ چیزیں ختم کر کے سلام پھیرے جب کہ وہ مدرک ہے اور شروع رکعت سے امام کے ساتھ شریک ہے، جواب میں صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں۔

۸......کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ حضرت محمد ﷺ نماز فجر میں قنوت بحیثیت جزء نماز پڑھتے تھے اور یہ قنوت نازلہ نہ تھی......اور ثابت کریں کہ یہ قنوت ہمیشہ حضور اقدس ﷺ نے آخری حیات تک رکوع کے بعد پڑھی ہے۔جیسا کہ غیر مقلدوں کا عمل ہے......اور یہ بھی ثابت کریں کہ آپ قنوت میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے تھے۔صحیح بخاری صفحہ 136 ج 1 میں یوں ہے...... انما قنت رسول الله ﷺ بعد الرکوع شهرا۔اس کو سامنے رکھ کر جواب دیں۔نیز صفحہ مذکورہ پر مغرب میں قنوت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔کیا آپ اس کا بھی اہتمام کرتے ہیں؟

۹......صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے یہ ثابت کریں کہ مریض اور مسافر اگر جمعہ میں نہ آئے تو نماز جمعہ کی جگہ کون سی نماز پڑھے؟

۱۰......مفسدات صلوٰۃ صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے ثابت کریں، خصوصاً یہ بتائیں کہ نماز میں چلنا پھرنا اور کھانا پینا نہیں ہے تو کس دلیل سے؟

۱۱......کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے ننگے سر بالالتزام، پگڑی ٹوپی ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کا ثبوت پیش کریں۔

۱۲......حالت اضطرار میں یا غیر اضطرار میں انسان کا گوشت کھانا جائز ہے یا

نہیں؟ جوصورت بھی اختیار کریں اس کے لئے صحیح ،صریح ،مرفوع حدیث پیش کریں۔

۱۳......حدود حرم، جن میں شکار کرنا جائز نہیں اور حدود مزدلفہ اور حدود عرفات صحیح ، صریح ،مرفوع حدیث سے ثابت کریں۔یاد رہے کہ ان مقامات کے حدود کے نشانات جو لگے ہوئے ہیں وہ ترکی حکومت کے لگائے ہوئے ہیں۔جو حنفی تھے پھر سعودی حکومت نے ان کی تجدید کی ہے جو حنبلی ہے۔مقلدین سارے کے سارے آپ کے نزدیک مشرک ہیں۔مشرکوں کی لگائی ہوئی نشانیوں پر اعتماد کرنے کا آپ کے پاس کیا جواز ہے؟

۱۴......یہی سوال جمعہ اور رمضان المبارک کے بارے میں ہے، جب میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے ہم عصر غیر مقلدین نے یہ مذہب اختیار کیا تو سب سے پہلے یوم جمعہ اور ماہ رمضان المبارک کی تعیین میں کس پر اعتماد کیا؟ اس وقت ہندوستان میں ہندو مشرکین تھے یا مسلمان حنفی جو غیر مقلدوں کے نزدیک مشرک اور گمراہ ہیں کیا مشرکوں کا قول معتبر تھا کہ آج یوم جمعہ ہے یا ماہ رمضان شروع ہے۔واضح طور پر دلیل سے جواب دیں۔کیا مشرکین کا تواتر صحیح ہے؟

۱۵......یہ تو بتائیے کہ جیسے چاروں مذہب کے مقلدین صدیوں سے آپس میں مل کر چلتے آئے ہیں۔ایک دوسرے کا احترام بھی کرتے ہیں۔اور اپنے اپنے مذہب کو راجح بتاتے ہیں، دوسرے کے مذہب کو مرجوح کہتے ہیں۔غلط نہیں کہتے کیونکہ دوسروں کے پاس بھی دلائل ہیں......آپ حضرات اپنے وعدے کے مطابق اگرچہ چاروں مذہبوں سے الگ ہیں (اور حقیقت میں شوافع کے مقلد ہیں، گو طلاق ثلاثہ کے بارے میں ان کی بھی مخالفت کر گئے) تو ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ آپ اپنے اختیار کردہ مسائل پر عمل کرتے رہیں، امام ابوحنیفہؒ اور احناف کے خلاف کیچڑ نہ اچھالیں، تہمتیں نہ لگائیں۔غلط باتیں

منسوب نہ کریں۔

اہلحدیثوں کی جماعت انگریزوں نے اٹھائی ہے

غیر مقلدوں میں جو جاہل طبقہ ہے ان سے تو کیا خطاب کیا جائے، ان میں جو اہل علم ہیں اگر چہ تھوڑے سے ہیں وہ اس پر غور کریں کہ آپ لوگوں کی افترا پردرازی سے احناف پر کچھ اثر نہیں ہوگا ہاں آپس میں افتراق کی خلیج وسیع ہوتی رہے گی۔ سچ کہا کسی کہنے والے نے کہ انگریزوں نے یہ جماعت اٹھائی تھی ان ہی سے اس جماعت نے اہلحدیث الاٹ کرایا تھا (حالانکہ اہل القرآن والحدیث ہونا چاہئے تھا، کیونکہ یہ عامل بالکتاب والسنة ہونے کے دعویدار ہیں) انگریز اپنا مقصد پورا کر کے چلے گئے اور غیر مقلدوں نے اسے اپنا مذہبی شعار بنا لیا، انگریز ہندوستان کے مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر دفع ہوئے اور غیر مقلدین ابھی تک اسی راہ پر چل رہے ہیں جس پر انہیں انگریزوں نے ڈالا تھا، اس وقت تو انگریزوں سے جائیدادیں حاصل کرلیں کیا اب بھی کسی سے کچھ ملتا ہے؟ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، ہر شخص اپنی آخرت کی فکر کرے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب کی تصریح سامنے ہے کہ یہ لوگ دنیا کے لالچی ہیں۔

(ماہنامہ الفاروق صفر المظفر ۱۴۲۱ھ ص ۱۸)

تقلید چھوڑنے کے نقصانات

اگر تقلید چھوڑ دیا جائے تو بہت سے نقصانات جنم لیتے ہیں ان میں چند حسب ذیل ہیں۔

۱......تقلید چھوڑنے سے اتحاد و اتفاق امت کا ختم ہو جاتا ہے۔

۲......تقلید کا چھوڑنا لادینیت اور الحاد کے لئے سبب بن جاتا ہے۔

۳......تقلید چھوڑنے سے ہی باطل فرقے وجود میں آتے ہیں۔ مثلاً فتنہ نیچریت جس کا بانی سر سید احمد خان ہے۔ ابتداء میں یہ غیر مقلد تھے۔ اسی طرح فتنہ انکار حدیث اس کا بانی عبداللہ چکڑالوی تھے۔ یہ بھی غیر مقلد تھا۔

۴......فتنہ مرزائیت اس کا سبب بھی غیر مقلد ہونا ہے کیونکہ ابتداء میں مرزا غلام احمد قادیانی (ملعون) غیر مقلد تھا۔

۵......تقلید چھوڑنے سے اجماع کی مخالفت بھی وجود میں آتی ہے۔ مثلاً بیس رکعت تراویح، اور ایک مجلس کی تین طلاقیں اس اجماعی مسئلہ کو یہ نہیں مانتے۔

۶......تقلید چھوڑنے سے صحابہ کرامؓ، ائمہ عظام وغیرہ سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اور آدمی بے باک اور جری ہوتا چلا جاتا ہے۔

۷......تقلید چھوڑنے سے احادیث سے بھی بغاوت ہو جاتی ہے۔

(فرق باطلہ اور صراط مستقیم ص ۲۴۶)

۸......تقلید کرنے میں دین کا انتظام ہے اور چھوڑنے میں بے انتظامی ہوتی ہے۔

۹......تقلید چھوڑنے کی حالت میں اگر تمام مذاہب سے احوط کو تلاش کر کے عمل

کرے گا تو مصیبت میں رہے گا اور اگر آسان کو تلاش کرے گا تو غرض پرستی میں مبتلاء ہو جائے گا۔پس تقلید میں راحت بھی ہے اور نفس کی حفاظت بھی۔

۱۰......اگر ایک عالم (امام) کو متعین نہ کیا جائے تو اس کے اندر اندیشہ ہے کہ کہیں غرض پرستی میں نہ پڑ جاویں کہ جس عالم کی رائے نفس کے موافق ہوئی اس کو مان لیا اور جس کی رائے نفس کے خلاف ہوئی اس کو نہ مانا۔

(اتباع المنیب ص۳۴/ماخوذ از......اشرف الجواب)

اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست کی ہدایت عطاء فرمائے اور حق کو حق سمجھنے اور اس کی اتباع کی توفیق بخشے، اور باطل کو باطل قرار دینے اور اس سے اجتناب کی ہمت عطاء فرمائے۔آمین

عزیز الرحمن عزیزی

خادم علماء دیوبند کثر اللہ جماعتھم

۱۴ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ